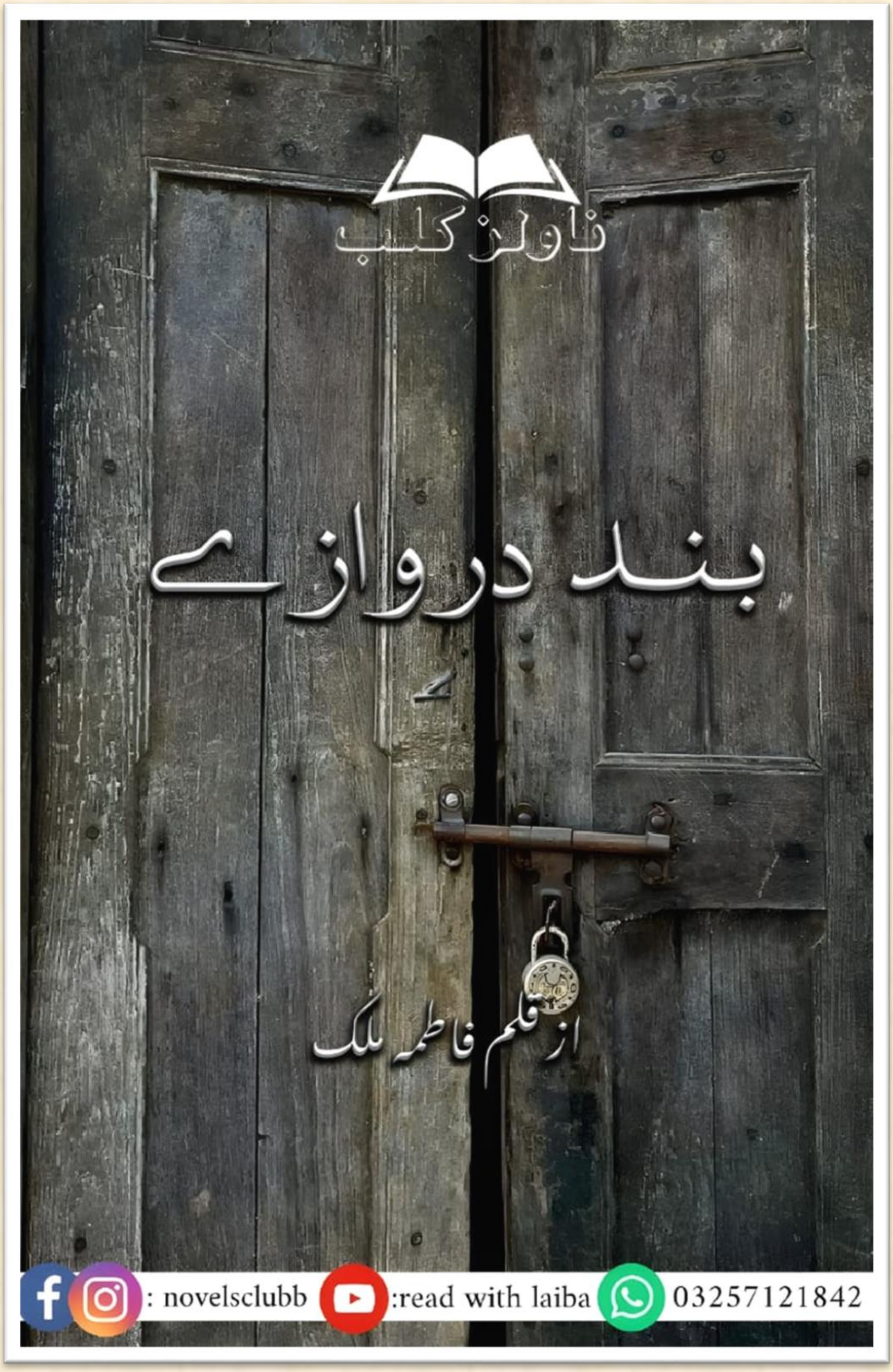
ناولز کلب
بند دروازے
از قلم فاطمہ ملک
: novelsclubb
:read with laiba
03257121842

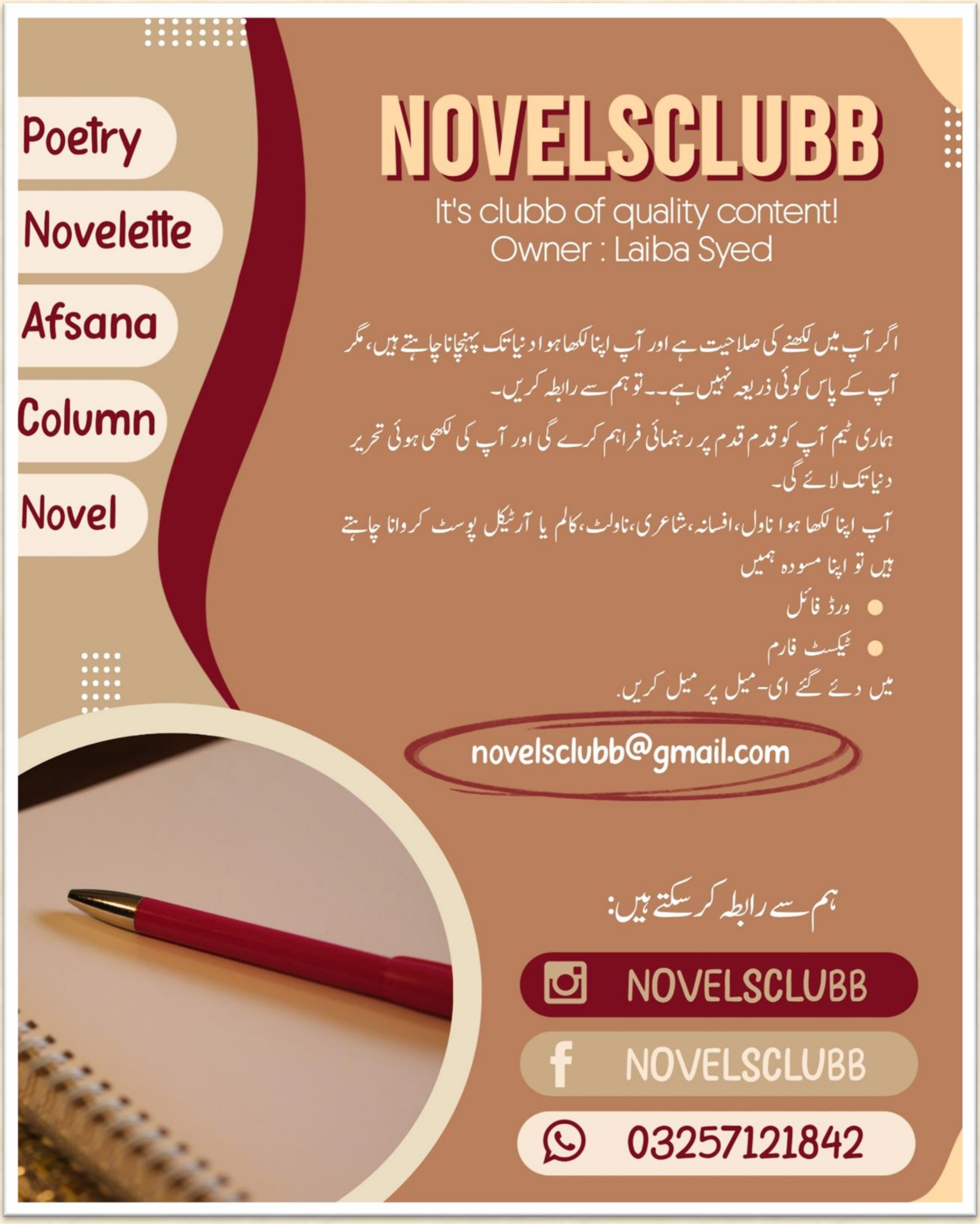
Poetry
Novelette
Afsana
Column
Novel
NOVELSCLUBB
It's clubb of quality content!
Owner : Laiba Syed
اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔تو ہم سے رابطہ کریں۔
ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔
آپ اپنا لکھا ہوا ناول، افسانہ، شاعری، ناولٹ، کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں
ورڈ فائل
ٹیکسٹ فارم
میں دیئے گئے ای-میل پر میل کریں.
novelsclubb@gmail.com
ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں:
NOVELSCLUBB
NOVELSCLUBB
03257121842

بند دروازے

از قلم

فاطمہ ملک

Clubb of Quality Content!

انتساب

شروع اللہ تعالی کے پاک نام سے جس نے مجھے لکھنے کی طاقت بخشی۔

بند دروازے ناول آج کی نوجوان نسل کے نام ہے

پیش لفظ

کتابوں کی طرح بہت سے الفاظ ہیں مجھ میں

اور کتابوں کی طرح بہت خاموش رہتا ہوں

معاشرہ اچھے اور برے سب لوگوں سے مل کر بنتا ہے۔یہ کہہ دینا کہ سب ہی برے ہیں سراسر غلط ہے اور اگر سب برے ہیں تو اس کا مطلب ہے کہ ان سب میں ہمارا شمار بھی ہوتا ہے۔دوسروں میں عیب یا نقص نکالنے سے بہتر ہے کہ ہم خود کی اصلاح کریں۔

معاشرہ ہم سب سے مل کر بنتا ہے۔ہم سب کو اپنے اپنے حصے کے فرائض ادا کرنے چاہیئں۔۔لیکن ہم سب کو اپنے اپنے حقوق تو یاد ہیں فرائض بھول گئے ہیں۔

جب طالب علم میڈیکل کی تعلیم لینے یونیورسٹی جاتے ہیں تو پہلے دن ان سے حلف لیا جاتا ہے

ناولز کلب
Club of Quality Content

کہ وہ انسانیت کی خدمت کو اولین ترجیح دیں گے۔ اپنے آرام، سکھ اور نیند کو بالاتر رکھ کر صرف دوسروں کے بارے میں سوچیں گے۔ اسی طرح ہر پیشے میں ہوتا ہے۔۔ چاہے کوئی فوجی بنے یا سپاہی، وکیل بنے یا جج، سرکاری ملازم بنے یا سیاستدان۔ ہم سب حلف تو لے لیتے ہیں لیکن کیا کبھی ہم نے خود کا محاسبہ کیا ہے کہ ہم اپنے فرائض کے ساتھ کتنا انصاف کر رہے ہیں۔ دوسروں کو فرائض یاد کرانے سے پہلے اگر ہم سب اپنے فرائض کی ادائیگی پر توجہ دیں تو معاشرہ خود بخود ٹھیک ہو جائے گا۔

مجھے (فاطمہ ملک) کو لگتا ہے کہ ایک لکھاری کے بھی بہت سے فرائض ہوتے ہیں۔ لکھاری کا قلم خاموش ہتھیار کا کام کرتا ہے۔ لکھنے والوں کو ایسا کچھ لکھنا چاہیئے جس سے معاشرے کی اصلاح ہو سکے اور اگر اصلاح نہ بھی ہو تو کم از کم معاشرے میں بگاڑ نہ آئے۔

بہت مدت سے میرا دل کہہ رہا تھا کہ معاشرے میں چلتے پھرتے گمنام نوجوان کرداروں پر لکھا جائے۔ ان نوجوانوں پر جنھیں آج کی ٹیکنالوجی نے گمراہ کر دیا ہے۔ خاص کر سوشل میڈیا پر انجان لوگوں سے دوستیوں نے لاکھوں گھر برباد کئے ہیں۔

میں نے اپنے ناول بند دروازے میں یہ بتانے کی کوشش کی ہے کہ ہمیں دوسروں کے کردار پر انگلی اٹھانے سے پہلے خود کی جانچ کرنی چاہیئے۔ دوسروں کی مدد کرنے کے لئے تشہیر کی ضرورت نہیں ہوتی۔ خاموش مدد اللہ تعالی کو بہت پسند ہے۔ حق اور سچ کا ساتھ دینا چاہیئے بے چاہے راستہ کتنا ہی کٹھن کیوں نہ ہو۔ اس سے ہمارا ضمیر مطمئن اور رب باری تعالی راضی رہتا ہے۔

میں (فاطمہ ملک) نے ایک کوشش کی ہے آج کی نوجوان نسل کو سمجھانے کی کہ والدین کے اعتبار کو توڑنے اور انھیں دھوکہ دینے سے پہلے یہ یاد رکھیں کہ والدین سے زیادہ خیر خواہ اور محبت کرنے والا دوسرا کوئی رشتہ اس زمین پر بنا ہی نہیں۔

میں اپنی کوشش میں کس حد تک کامیاب ہوئی ہوں یہ فیصلہ آپ پڑھنے والے کریں گے۔ میں آپ سب کی دعاوں کی متمنی ہوں۔

قائل، مائل، گھائل اور زائل کر دیتے ہیں

الفاظ خود میں بہت طاقت رکھتے ہیں (فاطمہ ملک)

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

ناول بند دروازے

عورت ہوں گھنگھرو تو نہیں میں

سرِ شام جلتے چراغوں کے تلے

بجھتی روحوں کا الم

تھاپ پے طبلے کے ناچتے

جسم کے ساتھ ناچتے غم

کوئی روزن نہ کوئی دریچہ نہ کوئی دستک

ڈھلتی عمر ہی دیتی ہے جہاں

گھٹتے عذابوں کی آہٹ

میں!!!!!!!!!

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

زندہ کوئی عورت تو نہیں

کسی گھر کی ردا کوئی حرمت تو نہیں

سفید بے شکن اونچی پگڑیوں سے مزین

کالے میلے بے حس دلوں کے بیچ

چادریں اوڑھ کے برہنہ جسم برہنہ روح کو چھپاتی چھپاتی

ڈھونڈتی نظروں میں کسی دست شفقت کو

آنسوؤں سے لکھتی رہتی ہوں روز

میں حیات سفر

میں کون ہوں؟؟؟؟ میں گھونگھرو ہوں

عورت تو نہیں

میں!!!رات کی رانی ہوں صبح مرجھانے کے لیے

میں!!!کسی آنگن کی خوشبو سے بھری

چنبیلی تو نہیں

اپنے ہی تعفن میں دم گھٹتی رہتی ہوں دم بدم

عورت ہوں گھنگھرو تو نہیں۔۔۔۔

دسمبر کی سرد رات میں جب ہر طرف سناٹا چھایا ہوا تھا تو انسانوں کا ایک غول ہاتھ میں آگ کے آلاؤ لیئے لاہور سے دور بنے اس محل کی طرف غصے کی حالت میں بڑھ رہا تھا۔ ہر کوئی یہی چاہتا تھا کہ محل کا نام و نشان صفحہ ہستی سے مٹا دیا جائے۔

باہر سب لوگ جمع تھے۔۔۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

جو آوازیں لگا رہے تھے۔۔۔

چلّا رہے تھے کہ اس گندگی کی جگہ کو ختم کر دو۔۔۔

آج اس جگہ اور یہاں کے لوگوں کو مرنا ہو گا۔۔۔

گندگی کو ختم ہونا ہو گا۔۔۔

ان بدکاروں کو تو مرنا ہی ہو گا۔۔

یہ ہم شریف زادوں کو اپنے حسن کے جال میں پھنساتی ہیں۔۔

محل کے ارد گرد پیٹرول اور تیزاب کا چھڑکاؤ کیا جا رہا تھا۔۔

اندر رہنے والے مکین جو سکون کی نیند سو رہے تھے وہ بلکل بے خبر تھے۔۔۔ کچھ ہی دیر بعد شعلہ جلایا گیا اور آگ بھڑک اُٹھی۔۔۔ ہر طرف آگ پھیل گئی اور دھواں ہی دھواں ہو گیا۔۔۔ لوگ اس جگہ کو جلا کر بھاگ گئے۔۔۔

سب لڑکیاں دھواں، آگ دیکھ کر اور لوگوں کا ہجوم جو دوسری طرف بھاگ رہا تھا ان کا شور سن کر کر چلّانے لگیں۔۔۔ "آگ لگ گئی۔۔۔ آگ لگ گئی۔۔۔"

نگینہ خانم اور نایاب بھی اُٹھ گئیں۔ نگینہ نے نایاب سے کہا کہ "سب لڑکیوں کو لے کر تہہ خانے میں چلی جاؤ۔

میں کچھ کرتی ہوں"۔۔۔

ہر طرف افراتفری کا عالم تھا۔۔۔ لڑکیوں کو تہہ خانے تک پہچانے میں منی بائی اور سوہنی بائی نے نایاب کی مدد کی۔ نایاب ان سب کو تہہ خانے میں اکٹھا کر کے واپس نگینہ خانم تک

پہنچی۔ نگینہ خانم محل کے باغ میں لگی آگ یہاں کام کرنے والے مرد ملازمین سے بجھوانے میں مصروف تھیں۔ باغ بری طرح تباہ ہو چکا تھا۔ ایک درخت کی جلتی ہوئی ٹہنی ستر پچھتر سالہ نگینہ بائی کی ٹانگ پر آ گری۔ ٹانگ کی ہڈی تک جل گئی۔

محل میں خوف و ہراس پھیل چکا تھا۔ آگ پر قابو پا لیا گیا تھا۔ آگ بجھانے کے دوران دو ملازم مرد موقع پر ہی جان سے گزر گئے۔

وہ اس سب ہنگامے میں نگینہ کو خاص ملازم عطاءاللہ کی مدد سے محل کے خفیفہ کمرے میں لے گئی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"عطاءاللہ بھائی مکمل رازداری اور خاموشی سے حکیم صاحب کو لے کر آجائیں۔"

"نایاب بی بی خانم خاتون کی حالت تو بہت خراب ہے اگر وہ نہ بچیں تو۔۔۔"

"عطاءاللہ بھائی زندگی موت تو اللہ تعالی کے اختیار میں ہے۔ ہم کوشش تو کر سکتے ہیں۔"

"ایک بات اور آپ کو یہاں سے جاتے اور حکیم صاحب آپ لے ساتھ آتے کوئی نہ دیکھے۔"

محل میں ہر طرف ایسی گہری خاموشی تھی جیسے قبرستان میں مردہ دفنا کر جانے کے بعد ہوتی ہے۔ لڑکیاں ڈری سہمی ابھی تک تہہ خانے میں تھیں۔

خفیفہ کمرے کا نگینہ خانم کے علاوہ نایاب اور عطاء اللہ کو ہی پتا تھا۔

"نایاب بی بی آپ بے فکر رہیں۔۔ کسی کو کچھ پتا نہیں چلے گا۔۔"

"وہ بہت تکلیف میں ہیں۔۔۔"

"ان کی کمر ساری جل گئی ہے اور دونوں ٹانگیں بھی۔ بہتر تھا کہ آپ لوگ انھیں ہسپتال لے جاتے۔" حکیم نے مشورہ دیا۔

عطااللہ پستول نکال کر صاف کرتے ہوئے "تم سے مشورہ نہیں مانگا۔ اپنی حکمت دکھاو جس کام کے لئے لایا گیا ہے۔"

"حکیم صاحب آپ بہت دانا انسان ہیں اور اپنے پیشے میں مشہور بھی۔۔ آپکو اس محل کی خدمت کرتے ایک زمانہ ہوا۔ آج اس محل کی ملکہ کی جان بچانے کی ذمہ داری آپ کی ہے۔" نایاب نے کہا

ناولز کلب
Club of Quality Content

"میں اپنی طرف سے پوری کوشش کروں گا۔ لیکن ان کی حالت۔۔۔۔۔"

عطااللہ نایاب کی طرف دیکھتے ہوئے "ان شاء اللہ وہ ضرور بچ جائیں گی۔۔۔"

"بی بی صاحب آپ بھی تو بری طرح جل گئی ہیں۔ آپ کو بھی مرہم پٹی اور دوا کی ضرورت ہے۔"

"وہ خود کو دیکھنے لگی۔ نگینہ کی حالت دیکھ کر اسے تو یہ احساس ہی نہیں ہوا تھا کہ وہ بھی کافی جگہوں سے جلی ہے۔"

نایاب کی اپنی حالت بہت خراب تھی۔ حکیم صاحب نگینہ کو بچانے کی پوری کوشش کر رہے تھے۔ کمرے کے ایک کونے میں خود کو گرم چادر سے (جو کئی جگہ سے جل چکی تھی) لپیٹے کب نایاب کی آنکھ لگی اسے کوئی خبر نہیں۔

****

چھوڑ دے اسے۔۔ مہوش کو چھوڑ دے۔۔۔

میں کہہ رہی ہوں نا۔۔۔یہ تم لوگوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچائے گی۔"بوڑھی لرزتی آواز آئی

روتی سسکتی آواز میں وہ منت کرتے ہوئے بمشکل بولی

"مجھے اس جائیداد میں سے کچھ نہیں چاہیئے۔ میرے لئے میرے شوہر کی اولاد ہی بہت ہے۔ آپ مجھ سے کہیں بھی سائن انگوٹھے لگوا لیں۔ آپ کو اللہ کا واسطہ ہے میری اولاد کو نقصان نہ پہنچائیں۔"

وہ اسے دھکے دیتے ہوئے بولا "بھائی اس کی بات کا یقین مت کرنا۔"

پھر ایک اور مردانہ آواز آئی "تو مجھے پاگل سمجھتا ہے جو اس کی بات کا یقین کروں گا۔"

نسوانی آواز نے بات کی تائید کرتے ہوئے کہا "جب تک بیٹی کی ماں تھی ڈر کم تھا۔اب تو دو ماہ بعد یہ بیٹے کو جنم دینے جا رہی ہے۔ پھر تو جائیداد کا وہی اصل وارث ہو گا۔ تم سب اس مائی کے سوتیلے بیٹے جو ہو، کیوں چاہے گی کہ کچھ بھی تم لوگوں کو ملے۔"

بوڑھی اور کمزور آواز نے منت کرتے ہوئے انداز میں روتے ہوئے کہا "جو کچھ تمہارے دادا کا تھا وہ تو تم سب کو مل گیا تھا برابر۔ یہ تو میرے والدین کا دیا تھا اور میں وعدہ کرتی ہوں یہ سب بھی تمہی لوگوں کو ملے گا۔ بس میرے پوتے کی نسل کو نقصان مت پہنچاو۔"

اب دوبارہ نسوانی آواز آئی "گل خان بیٹا اس بڑھیا کی باتوں میں مت آنا۔ تم نے جو کاغذ تیار کروائے ہیں لاو اور عاقب خان کی بیوہ سے سائن انگوٹھے لگواو۔"

ساتھ ہی "جی اماں جی" کی آواز آئی۔

"اب اس عاقب کی معصوم بچی کو تو کھول دو۔ اتنے ظالم بھی نہ بنو۔ چاچا ہو تم اس کے چاہے سوتیلے ہی سہی۔ اس کے باپ نے ہمیشہ تمہیں سگے بھائیوں کی طرح چاہا ہے۔ مت مارو اس بچی کو مر جائے گی۔ "بوڑھی لرزتی آواز نے دوبارہ منت کی۔

عطاء اللہ کی آواز پر نایاب کی آنکھ کھلی۔

"نایاب بی بی آپ بھی اپنے زخم صاف کروا کے پٹی کروالیں۔"

نایاب ہڑبڑاتی ہوئی آنکھیں ملتی ساتھ ہی تکلیف سے کراہتی اٹھی۔" کیسی ہیں وہ ۔۔۔"

ابھی وہ جملہ مکمل نہیں کرپائی تھی کہ حکیم بولا"بی بی زندگی دینے والی ذات تو اللہ تعالی کی

ہے۔میں نے کوشش کی اور اللہ نے مدد۔اتنا ضرور کہوں گا کہ اگر رات آپ انھیں

ہسپتال لے جاتیں تو۔۔۔"

"حکیم صاحب یہ فرمائیے "اب خطرے کی تو کوئی بات نہیں ہے نا"

حکیم سمجھ گیا کہ نایاب اس موضوع پر بات نہیں کرنا چاہتی "جب تک ہوش نہیں آتا خطرہ

اس وقت تک ٹلا نہیں۔ سردی بہت زیادہ ہے تو ان کے پاس آگ جلا کر رکھیں یا ہیٹر کا

چلائیں۔ کمرے میں گرمائش کا پورا بندوبست ہونا۔چاہیئے۔یہ کچھ ادوایات ہیں کیسے دینی

ہیں ہوش میں آنے کے بعد اوپر لکھ دیا ہے اور مرہم پٹی کا سامان چھوڑے جارہا ہوں۔"

"بی بی کی بھی مرہم پٹی کر کے دوا دے دو۔۔۔بہت تکلیف میں ہیں رات سے۔۔۔"

عطاء اللہ نے کہا۔

"ہمیں ضرورت نہیں مرہم پٹی کی۔۔ ہم خود کو خود ہی مرہم لگالیں گے۔عطاءاللہ بھائی جتنی خاموشی سے آپ حکیم صاحب کو لائے تھے اتنی ہی خاموشی سے دن نکلنے سے پہلے انھیں واپس چھوڑ آئیں۔"

اپنی انگلی سے ہیرا جڑی انگوٹھی اتار کر حکیم کی طرف بڑھاتے ہوئے وہ بولی "آپ کبھی یہاں نہیں آئے۔۔ نگینہ خانم یا اس محل کے بارے میں آپ کچھ نہیں جانتے۔"

"آپ کون ہیں اور یہ کون سی جگہ ہے میں کچھ نہیں جانتا۔" حکیم انگوٹھی کی طرف دیکھتے ہوئے گہری مسکراہٹ مسکرایا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

****

دھند کی وجہ سے سورج کوشش کے باوجود پورے آب و تاب سے نہ نکل پایا۔لڑکیاں تہہ خانے سے نکل آئیں۔ جھلسی دیواریں، ٹوٹے شیشے،جلی عمارت اور تہہ وہ ناس ہوا باغ رات کو پیش آنے والے واقع کی چیخ چیخ کر روداد سنا رہے تھے۔

پھپھل سے پتا چلا کہ رات میں دو مرد ملازم باوا اور مانی چاچا اور ان کے علاوہ سنگیت سکھانے والے دونوں استاد رات ہی دنیا سے رخصت ہو گئے جبکہ تین کھکھی، باش اور جاوید بری طرح جھلس گئے تھے۔ وہ ہسپتال میں زندگی اور موت کی جنگ لڑ رہے ہیں۔ باقی کچھ تھوڑے زخمی ہوئے ہیں۔ پھپھل خود بھی کافی زخمی تھا۔

صبح کے اخبار میں موٹے حروف میں لکھی سرخی نایاب اور عطاءاللہ دونوں نے پڑھی "رات دو بجے کے قریب خانم محل میں شارٹ سرکٹ کی وجہ سے آگ لگ گئی اور سارا محل جل کر بھسم ہو گیا۔ اس میں مقیم لوگوں کی لاش تک نہیں ملی۔ خانم محل صفحہ ہستی سے مٹ گیا۔ برائی کا انجام یہی ہونا چاہیئے تھا۔"

"عطاءاللہ بھائی اس خبر کو سچ ہی رہنے دیں۔ نگینہ نام کی کوئی عورت بری طرح جل کر بچ گئی یا محل میں موجود اور لوگ زندہ ہیں اس بات کو یہیں دفن کر دیں۔ لوگوں کے لئے محل جل گیا اور اس میں موجود سب لوگ اس آگ میں جل کر مر گئے ہیں تو مردوں کو دوبارہ کیا زندہ کرنا۔ "نایاب نے عطاءاللہ کو اس خبر سے بے خبر رہنے کی تاکید کرتے ہوئے کہا۔

Clubb of Quality Content

"جی بی بی صاحبہ جیسے آپ کو مناسب لگے۔"

لڑکیوں میں ابھی تک خوف و ہراس باقی تھا۔ زخمی لڑکیاں ایک دوسرے کی مرہم پٹی کرنے میں مصروف تھیں۔ کچھ خادمائیں ٹوٹے پھوٹے اور جلے سامان میں سے پکانے کے لئے اشیاء خوردنی تلاش کر رہیں تھیں۔ ملازم جلے درخت اور باقی جلا سامان سب ایک طرف اکٹھا کرنے میں مصروف تھے۔ رات سے اب تک کسی کا نایاب یا خانم خاتون سے کوئی رابطہ نہیں تھا اور عطاء اللہ نے خاموشی اختیار کر رکھی تھی۔ نگینہ اور نایاب زندہ بھی ہیں کہ رات جل کر بھسم ہو گئیں۔ اب محل کیسے چلے گا اور اس کا انتظام کون چلائے گا۔۔اس محل کے مستقبل میں کیا لکھا ہے کوئی بھی نہیں جانتا تھا۔۔۔سب میں ایک بے یقینی سی پھیلی ہوئی تھی۔

****

بہار میرے گلستاں میں جب بھی آتی ہے

بڑی خوشی سے میری روح جھوم جاتی ہے

مجھے بھی صحرا میں برسوں گزر گئے لیکن

زمین اپنی مجھے پھر بھی یاد آتی ہے۔۔۔۔

میں پھونک پھونک کے رکھتا ہوں ہر قدم لیکن

یہ احتیاط بھی اکثر مجھے ڈراتی ہے۔۔۔۔

یقین جہد مسلسل پہ میں بھی رکھتا ہوں

حیات میرے یقین سے ہی جگمگاتی ہے

میں دوستوں کے بہت رابطے میں رہتا ہوں

اسی سے چین کی سکھ کی نیند آتی ہے

موسم بہار کی خوبصورت گہری رات کا سناٹا پرندوں کی چہچہاہٹ اور مرغوں کی بانگوں میں بدلنے لگا۔ ہر طرف خوبصورت پھول کھلے نظر آ رہے تھے۔ جو بہار کی آمد پر خوشی کا اظہار

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

کرتے محسوس ہو رہے تھے۔ وہ درخت جو خزاں میں پتے جھڑنے کی وجہ سے اپنی دلکشی، رعنائی کھو چکے تھے اور سردیوں میں شدید سردی کی وجہ سے وہ اپنی اس حالت پر اداس تھے۔ اب بہت خوش تھے کیونکہ ان پر نئے پتے اور پھول گو نپلیں نکلنے لگیں تھیں۔ اب نہ صرف راتیں خوبصورت ہو گئیں تھیں بلکہ دن بہار کی آمد پر مکمل مطمئن نظر آ رہے تھے۔ رات کسی بھی موسم کی ہو اپنے اندر الگ ہی قسم کی گہرائی اور وحشت رکھتی ہے۔ کچھ ایسی ہی ایک خفیہ راز کی طرح گہری رات کا سناٹا چھٹنے لگا اور لاہور کی آبادی سے میلوں دور کئی سو مربع اعراضی پر بنی محل نما عمارت کی روشنیاں مدھم ہوتے ہوتے بجھنے لگیں۔ چند ہی لمحوں بعد فجر کی اذان کا وقت ہو گیا۔ محل کے باہر کی ساری بتیاں بجھادی گئیں جبکہ اندر کمروں میں بتیاں جلائی جانے لگیں۔

محل کی حدود میں خوبصورت سفید سنگ مرمر کی مسجد بھی بنائی گئی تھی۔ اس مسجد کے موذن کی آواز ایسی خوبصورت اور سحر انگیز تھی کہ اذان سننے والا ہر دل نماز پڑھنے کو بے تاب ہو جائے۔ مسجد میں لگائے گئے اسپیکر اتنے اعلیٰ معیار کے تھے کہ میلوں تک اذان کی آواز

گونجتی تھی۔

ہمیشہ ہی فجر کے وقت اس محل میں ہلچل مچ جاتی۔ گہرے راز کی طرح کی خاموشی کی جگہ دھیمی دھیمی آوازیں لینے لگتیں۔ محل کی بڑی بڑی قد آدم کھڑکیوں سے اذان کی آواز صاف سنائی دیتی تھی۔

اس محل نما عمارت کو لوگ مختلف ناموں سے جانتے تھے۔ کوئی اسے جادو نگری کہتا تو کوئی پریوں کا دیس۔ مگر اصل حیقیقت کیا تھی وہ صرف اس میں رہنے والے مکین ہی جانتے تھے البتہ عمارت کے باہر روشن اور کندہ حروف میں "طلسماتی محل" لکھوایا گیا تھا۔

Clubb of Quality Content!

****

"تم اب بیٹا پیدا کرو گی۔۔۔

تم جائیداد کا وارث پیدا کرنا چاہتی ہوں۔۔۔۔

کتنی مشکل سے ہم نے تمہارے شوہر عاقب خان کو پایہ تکمیل تک پہنچایا ہے۔۔۔

اب تم چاہتی ہو کہ ایک نئی مصیبت کو ہمارے سر پر لاد دو اور ہم اس کے ہاتھوں کی طرف دیکھیں جیسے پہلے تمہارے سسر اور پھر تمہارے شوہر کی طرف دیکھتے تھے۔ ہم اسے دنیا میں آنے سے پہلے ہی ختم کر دیں گے۔۔۔۔

نہ رہے گا بانس نہ بجے گی بانسری۔۔۔"

"چھوڑ دے نا معقول اسے۔۔۔

اس معصوم نے تم لوگوں کا کیا بگاڑا ہے۔۔۔

سہاگ تو اس کا پہلے ہی اجاڑ چکے ہو۔ اب کیا اس کی گود بھی اجاڑو گے۔ چھوڑ دے اسے۔۔۔"

"بڑھی اپنا منہ بند رکھ۔ تیرے شوہر نے ساری جائیداد اپنے ایک بیٹے کے نام کر دی۔ اگر وہ ایسا نہ کرتا تو یہ سب نہ ہوتا۔"

"تمہارا باپ بھی تم لوگوں کی طرح عیاش تھا۔ صحیح کیا تمہارے دادا ابو نے سب عاقب کے نام کر کے۔ تو اپنے دادا یا چاچا کا بدلہ اس معصوم سے کیوں لے رہا ہے۔ یہ تو بہت بے ضرر

ہے۔ بہت معصوم ہے۔ چھوڑ دے عاقب کی بیوہ کو۔۔۔"

بیگم نایاب سلطانہ گوہر جو اپنی خوبصورت آرام گاہ میں پر سکون نیند سو رہی تھیں چیخ و پکار، شور اور زور زور سے رونے کی آوازوں سے ایک دم اپنے کانوں پر ہاتھ رکھتی ہوئی ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھیں۔

"اف خدایا یہ سب کب تک ہمارا پیچھا کرے گا؟"

ان کی نظر سامنے دیوار پر لگی بڑی سی گھڑی پر پڑی جس کے حروف اندھیرے میں بھی چمک رہے تھے۔ فجر کا وقت ہو چکا تھا۔ ان کی آنکھوں میں نمی اتر آئی اور ہونٹوں پر دکھ بھری مسکراہٹ پھیل گئی۔ بستر سے کلمہ پڑھتے ہوئے اٹھیں۔

ہیں رواں اس راہ پر جس کی کوئی منزل نہ ہو

جستجو کرتے ہیں اس کی جو ہمیں حاصل نہ ہو

جانم بی نے حسب معمول اس گھنٹی کو بجایا جس کی گونج پورے محل کی عمارت کو ہلا دیتی تھی۔

یہ گھنٹی دو ہی اوقات میں بجائی جاتی تھی۔ ایک صبح فجر کے وقت نماز کے لئے اور دوسرا اگر جانم بی نے سب لڑکیوں سے کوئی خاص بات کرنا ہوتی تو سب لڑکیوں کو ہال میں جمع کرنے کے لئے بجائی جاتی۔

لاہور اور اس کے ارد گرد پھیلے گاوں سے کوسوں دور ویران اور بنجر زمین پر بہت بڑے رقبے پر پھیلی ہوئی یہ وسیع و عریض عمارت اپنی بناوٹ اور سجاوٹ کی وجہ سے بہت مشہور تھی۔ اس عمارت کی بناوٹ ایسی تھی کہ دیکھنے والا ایک بار تو دھوکہ کھا جائے کہ گویا یہ اسی دنیا کا حصہ ہے یا کوئی جادوئی سفید محل ہے۔ دو منزلہ اس عمارت کے چاروں اطراف میں کئی میل پر پھیلا باغ اس کی خوبصورتی کو چار چاند لگانے کا کام کرتا تھا۔ جس میں واک کرنے کے ٹریک اور چلنے پھرنے کے لئے راستہ بھی بنایا گیا تھا۔ اس کے علاوہ کچھ مخصوص فاصلہ چھوڑ کر خوبصورت سنگ مرمر کے سفید گول میز اور ان کے تین اطراف میں گول ہی بینچ بنائے گئے تھے جن کے اوپر سفید چھتریاں لگائی گئیں تھیں تاکہ بینچ پر بیٹھنے والے دھوپ کی تپش اور بارش کے پانی میں بھیگنے سے بچ سکیں۔

اس عمارت کی بیشتر دیواریں شیشے کی تھیں جو اس کے حسن میں مزید اضافہ کرتی تھیں۔ جتنی خوبصورت یہ عمارت باہر سے تھی اس سے کہیں زیادہ خوبصورت اندرونی حصہ تھا۔ جس بھی آرکیٹیکٹ کا ڈیزائن تھا یقینا اس کی زندگی کا یہ ایک بہترین شاہکار ہی تھا۔ عمارت بذات خود مکمل طور پر گولائی میں تھی اور یہ بات اسے اور بھی منفرد بناتی تھی۔

عمارت کا اندرونی نقشہ کچھ ایسا تھا کہ ہر کمرے میں ایک کھڑکی نما بڑا سا دروازہ لان میں کھلتا تھا جبکہ دوسرا اندر راہداری میں۔ اوپری منزل میں بھی ایک اتنا ہی بڑا کھڑکی نما دروازہ تھا جو بالکونی میں کھلتا تھا جبکہ دوسرا اوپری راہداری میں۔ دونوں منازل میں ایک ایک کچن موجود تھا کہ اگر کسی وقت کسی کا کچھ کھانے کا دل ہو تو باآسانی بنا لے ورنہ عمارت کے باہر الگ سے بہت بڑا اور خوبصورت باورچی خانہ تعمیر کیا گیا تھا جہاں چالیس پچاس لوگوں کا تین ٹائم کا کھانا اور ناشتہ بنانا وہاں پر موجود خاص تربیت یافتہ باورچی حضرات کی ذمہ داری تھی۔ عمارت کے اندر کے موجود باقی تمام کمرے ایک ہی نقشے کے مطابق بنوائے گئے تھے۔

اس عمارت سے تھوڑا ہٹ کر ایک اور چھوٹا سا محل تھا جو اپنی تعمیر کے حساب سے بہت منفرد تھا۔ جسکا نام نایاب محل تھا۔ نایاب محل سے ملحقہ ایک عدد لائبریری تھی۔ جہاں مختلف موضوعات اور مختلف بہترین لکھاریوں کی کتب دستیاب تھیں۔ یہ لائبریری صرف طلسماتی محل میں رہنے والوں کے لئے بنائی گئی تھی۔ نایاب محل میں بیگم نایاب سلطانہ گوہر کی خوبصورت رہائش گاہ تھی۔ جس کی باہری دیواریں شیشے کی تھیں اور جو خوبصورت باغ میں کھلتی تھیں۔ باغ کا یہ حصہ صرف بیگم سلطانہ کی رہائش گاہ کو ہی لگتا تھا۔ جانم بی کی رہائش گاہ بھی نایاب محل میں ہی تھی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

****

گزرتی ہے جو دل پر وہ کہانی یاد رکھتا ہوں

میں ہر گل رنگ چہرے کو زبانی یاد رکھتا ہوں

میں اکثر کھو سا جاتا ہوں گلی کوچوں کے جنگل میں

مگر پھر بھی ترے گھر کی نشانی یاد رکھتا ہوں

مجھے اچھے برے سے کوئی نسبت ہے تو اتنی ہے

کہ ہر نامہرباں کی مہربانی یاد رکھتا ہوں

کبھی جو زندگی کی بے ثباتی یاد آتی ہے

تو سب کچھ بھول جاتا ہوں جوانی یاد رکھتا ہوں

مجھے معلوم ہے کیسے بدل جاتی ہیں تاریخیں

اسی خاطر تو میں باتیں پرانی یاد رکھتا ہوں

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

بیگم نایاب سلطانہ گوہر کے کچھ اصول تھے نہ تو وہ کسی لڑکی کو اغوا کروا کر محل میں لاتیں اور نہ ہی کسی لڑکی کی خرید و فروخت کی جاتی۔ اگر کوئی لڑکی حالات سے مجبور پہنچ جاتی تو اسے پناہ ضرور دی جاتی یا کوئی اغوا کر کے چھوڑ جاتا تب بھی اسے چھت مہیا کی جاتی لیکن بیگم نایاب سلطانہ گوہر نے جانم بی کو سختی سے سمجھا رکھا تھا کہ کسی بھی لڑکی کے یہاں آجانے کا ہرگز مطلب یہ نہیں اس سے اس کی مرضی کے خلاف کوئی بھی کام کروایا جائے۔۔

سلطانہ بیگم تک پہنچنے والی ہر لڑکی کی اپنی ایک کہانی تھی۔ کوئی معاشرے کے ہاتھوں ستائی ہوئی، تو کوئی سسرال والوں کی دھتکاری ہوئی، کوئی محبوب کے ہاتھوں لٹ کر پہنچی، تو کوئی اپنے ہی خونی رشتوں کے سفید ہونے کی وجہ سے کسی نہ کسی طرح یہاں پہنچ جاتی۔

* *

جب ہوس گھائل کرے مجھکو نظر کے تیر سے

اس گھڑی کرتی ہوں شکوہ کاتب تقدیر سے

ہائے مجھ عورت کی قسمت کیا بتاوں، کیا کہوں

کاٹتا ہے میری شہہ رگ باپ بھی شمشیر سے

غیر چن دیتے ہیں مجھے جیتے جی دیوار میں

سارے رشتے مجھ کو عبرت ناک دیتے ہیں سزا

مانگتا ہے مال و زر شوہر بھی مجھ دلگیر سے

اور جب تیزاب سے جھلسا دیا جائے مجھے

ہر کسی کو خوف آتا ہے میری تصویر سے

عمر بھر خدمت کروں پر پھر بھی ہو جاتی ہوں میں

گھر سے باہر تین لفظوں کی فقط تحریر سے

ان مردوں سے میرا ہے فقط اک یہ سوال

کب میں دنیا میں جیوں گی عزت و توقیر سے

سیٹھ فہد تالی ایک مغرور، گھمنڈی اور کالے دھن کا مالک تھا۔ بظاہر تو اس کا کاروبار دیسی گھی بنانے کا اور ساتھ میں جینز کی ایک بہت بڑی فیکٹری تھی جہاں کئی سو لڑکیاں کام کرتی تھیں مگر یہ فیکٹری تو دنیا کو دکھانے کے لئے تھی۔ اصل میں تو وہ بہت سے شراب کے اڈوں کا مالک تھا اور فیکٹری کی آڑ میں کالے دھن کو سفید کیا جاتا تھا۔

سیٹھ فہد شوقین مزاج شخص تھا اور ہر روز اسے اپنے بستر پر ایک نئی لڑکی چاہیئے ہوتی ہے۔

اس مقصد کے لئے اس نے فہد فارم ہاوس کے نام سے ایک چھوٹا سا فارم ہاوس بنا رکھا تھا۔

یہ کام بہت طریقے سے کرتا اس مقصد کے لئے اس کے کارندے مختلف گاؤں میں جاتے، وہاں سے غریب اور حالات سے تنگ لوگوں سے ملتے۔ انھیں سمجھاتے کہ تمہاری بہن، بیٹی، بہو شہر جائے گی فیکٹری میں کام کرے گی تو اس سے تمہارا بہت فائدہ ہو گا۔ ایک تو لڑکی کے کھانے پینے اور پہنے اوڑھنے کا خرچہ بچے گا۔ دوسرا اس کی کمائی گھر پر آئے۔ اس طرح تمہارے حالات دن بدن بہتر ہوں گے۔

سیٹھ فہد تالی کے لوگ ایسی باتوں کے جال میں الجھاتے کہ لوگ خوشی خوشی اپنی بہوئیں، بیٹیاں، جوان بچیاں یہاں تک کہ بارہ تیرہ سال تک کی بچیاں بنا کوئی تحقیق کئے بس پیسوں کے لالچ میں بھیج دیتے۔ سیٹھ فہد تالی کے بندے اتنے چالاک تھے کہ دو ماہ کی تنخواہ ایڈوانس انھیں دے کر کہتے کہ یہ آپ کی مالی مدد کے لئے ہے باقی ہر ماہ کی پانچ تاریخ کو پیسے پہنچ جائیں گے۔ اب ایسا بھی نہیں تھا کہ پیسے مقررہ وقت پر پہنچتے نہیں تھے۔ ہر ماہ کی پانچ تاریخ تک سب کے گھروں میں رقم پہنچ جاتی۔ ماں باپ تو جیسے بیٹیاں بھیج کر ان کی

ذمہ داری سے آزاد ہو جاتے بس وہ اسی میں خوش رہتے کہ ایک ذمہ داری اور بوجھ کم ہوا اور ساتھ ساتھ گھر میں ہر ماہ لگی بندھی رقم بھی آتی رہے گی۔

ہر پانچ چھ ماہ بعد مختلف گاوں سے دس لڑکیوں کا چناو ہوتا اور انھیں شہر کارخانے کام کے لئے لایا جاتا۔ ان لڑکیوں کو ایک منی بس میں بیٹھا کر بڑے اہتمام سے شہر لایا۔ جاتا۔ اب پرانی لڑکیاں کہاں جاتیں وہ الگ ایک کہانی ہے جو آپ کو سنا دیتے ہیں۔

سیٹھ فہد تالی تقریبا ہر لڑکی کو اپنی ہوس کا نشانہ بناتا۔ اس کے وفادار ملازم اس کے استعمال سے پہلے کسی لڑکی کو ہاتھ نہ لگاتے مگر ایک بار جو لڑکی سیٹھ تالی کے ہوس کا نشانہ بن جاتی بعد میں وہ سیٹھ تالی کے خاص مہمانوں اور اس کے بعد ملازموں کے لئے رہ جاتی۔ لڑکیوں کو اتنا ڈرایا دھمکایا جاتا کہ کوئی بھی لڑکی کبھی کسی دوسری لڑکی کو بھی نہ بتاتی کہ اس کے ساتھ کیا ہوا ہے۔ جیسے ہی چھ ماہ پورے ہونے والے ہوتے پہلے سے موجود لڑکیوں کو کھانے میں بہت معمولی ہی تھوڑی مقدار میں زہر ملا کر دینا شروع کر دیا جاتا۔ زہر اپنا اثر آہستہ آہستہ دو تین ماہ تک دکھانا شروع کر دیتا۔ اس زہر کے اثر سے کچھ

لڑکیاں تو آہستہ آہستہ اپنا ذہنی توازن کھونا شروع کر دیتیں اور کچھ مختلف بیماریوں کا شکار ہو جاتیں۔ اس سے پہلے کہ کسی بھی لڑکی کی حالت زیادہ خراب ہو یا وہ اس زہر کی وجہ سے مرے انھیں چھٹی دے کر ان کے گھر بھیج دیا جاتا۔ کوئی چند دن بعد دنیائے فانی سے کوچ کر جاتی اور کوئی چند ماہ بعد اور جو زندہ بچ جاتیں ان کی ذہنی حالت ایسی نہ ہوتی کہ وہ کسی کو کچھ بھی بتا سکیں۔ اسطرح کوئی بھی نہ جان پاتا کہ شہر میں لڑکیوں کے ساتھ کیا ہوا۔ یہ سلسلہ کئی سالوں سے جاری تھا اور اس سب میں ملوث لوگ اتنی مہارت سے سب کام کرتے کہ کسی کو بھی نہ تو کسی بات کی خبر ہوتی اور نہ ہی کسی کو ان پر شک ہوتا۔

ان لڑکیوں کو فیکٹری کے ساتھ بنے بند اور بدبودار کمروں میں پہنچانے سے پہلے سیٹھ تالی کے سامنے پیش کیا جاتا۔ سیٹھ تالی کا درمیانے قد کے ساتھ بہت بھاری جسامت کا مالک تھا جس کے پاس سے ہر وقت شراب کی بو آتی تھی۔ منہ سے بولتا کم اور پان کی تھوکیں زیادہ پھینکتا تھا اس کے خاص بندے اس کی آنکھوں کے اشارے سے ہی سارا مودہ جان لیتے کہ کس کس کو دوسری لڑکیوں سے الگ رکھنا ہے اور کس کو پہلے سیٹھ تک پہنچانا ہے۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اب کی بار یہ لوگ جس گاوں میں گئے وہاں ایک گھر کے حالات بہت زیادہ خراب تھے اور ان پر کافی زیادہ قرضہ چڑھا ہوا تھا۔ سیٹھ کے بندوں کی خوبصورت اور چکنی چوپڑی باتوں میں آکر اس گھر کے سربراہ مطلب باپ نے اپنی دو بیٹیاں ان کے ساتھ بھیج دیں۔ ایک کی عمر تو انیس بیس سال ہوگی مگر دوسری بہت کم عمر تھی شاید بارہ تیرہ سال مشکل سے۔ ماں منع کرتی رہی کہ ابھی بہت چھوٹی ہے۔ اسے تو ڈھنگ سے بات بھی کرنا نہیں آتی فیکٹری میں کام کیسے کرے گی مگر باپ نے پیسوں کے لالچ میں آکر ماں کی ایک نہ سنی اور اپنی روتی دھوتی دونوں بیٹیوں کو سیٹھ کے بندوں کے ہمراہ بھیج دیا۔ چھوٹی بیٹی کا نام ستارہ تھا۔ ستارہ اپنے نام کی طرح بہت خوبصورت تھی۔ چھوٹی چھوٹی مگر شرارتی کالی آنکھیں، باریک مگر لال ہونٹ، گورا رنگ اور اس پر بھورے کھنگریلے بال بلکل کسی موم کی گڑیا کی مانند تھی ستارہ۔

✻✻✻✻✻✻✻✻✻✻✻✻

لڑکیوں سے بھری ڈبے نما گاڑی سیٹھ کے دروازے کے آگے رکی تو ساری لڑکیوں کو گاڑی سے نکل کر قطار بنا کر کھڑے ہونے کا حکم ملا۔ آنکھوں کی سوجن سے اندازہ لگایا جاسکتا تھا کہ سب ہی لڑکیاں گھر والوں کی جدائی میں سارا راستہ روتی رہی ہیں۔ اب ان بندوں کے بدلے انداز سے غم سے نڈھال لڑکیاں سہم بھی گئیں۔ منہ میں پان چباتا اور پورا منہ تھوک سے بھرا سیٹھ گھر سے باہر نکلا تو پورچ میں کھڑی سب ہی لڑکیوں کا اوپر سے نیچے تک اپنی ہوس بھری آنکھوں سے جائزہ لینے لگا۔ اس کی آنکھوں میں جسم کی بھوک صاف نظر آ رہی تھی، ایک بھی لڑکی اس کی طرف دیکھ نہ پائی۔ ستارہ کو دیکھ کر سیٹھ کی آنکھوں میں چمک آگئی اور پان کا رس تھوکتے ہوئے اس نے اپنے ہونٹوں پر زبان ایسے پھیری کہ اس کے بندے سارا معاملہ سمجھ گئے۔ اس نے اپنی خاص ملازمہ تاج بائی کو آواز دی۔

تاج بائی نہ صرف اس ستر سال کے بڈھے کی ہمراز تھی بلکہ اس کے ہر گناہ میں برابر کی شریک تھی۔ جب سیٹھ کے پاس کوئی لڑکی نہ ہوتی تو وہ سیٹھ کی دلجوئی بھی کرتی۔ سیٹھ نے بنا کچھ بولے تھوک سے بھرے منہ سے صرف ستارہ کی طرف اشارہ کیا اور تاج بائی ساری

بات سمجھ گئی مگر ستارہ کو دیکھتے ہی اس کے اندر کی انسانیت جاگ گئی۔ وہ نہیں چاہتی کہ اس بچی عمر میں سیٹھ اس کے ساتھ غلط کرے۔ اسے پکڑ کر کھینچنے کی بجائے اس نے ستارہ کو اندر آنے کو کہا۔ ستارہ نے اپنی بڑی بہن کا ہاتھ مضبوطی سے تھام لیا اور روتی ہوئی بولی "میں اپنی بہن کے ساتھ رہوں گی۔"

اس کی اس بات پر سیٹھ نے بیہودہ سا قہقہہ لگاتے ہوئے اپنے بندوں کو اشارہ کیا جس سے وہ جان گئے کہ باقی لڑکیوں کو فیکٹری سے جڑی عمارت میں پہنچانا ہے۔ اب وہ ستارہ کے علاوہ باقی سب لڑکیوں کو گائے بھینسوں کی طرح دھکے مارتے ہوئے دوبارہ گاڑی میں بھرنے لگے۔ اس کے بعد سیٹھ نے تاج بائی کو غصے بھری نظر سے دیکھا تو اس نے ستارہ کا ہاتھ سختی سے اس کی بہن سے چھڑایا اور اسے کھینچتی ہوئی اندر لے گئی۔

تاج بائی ستارہ کو اندر تو لے آئی مگر اس بچی پر تاج بائی کو بہت ترس آرہا تھا۔ رات جب سیٹھ کا کھانا لگانے لگی تو سیٹھ سامنے بیٹھا کچھ سوچ کے خود ہی مسکرا رہا تھا۔ سیٹھ خود شادی شدہ اور دادا نانا بن چکا تھا۔ اس کے اس روپ سے اس کی بیوی کے علاوہ سب ناواقف تھے۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

وہ سب کراچی میں رہتے تھے اور ان سب کے سامنے سیٹھ ایک نہایت شریف اور ذمہدار انسان تھا۔ تاج بائی اس کے گھر اور گھر والوں کے بارے میں سب جانتی تھی۔ اسی نے اس کی بیوی کو بھی سب کچھ بتایا مگر اس کی بیوی اپنے شوہر کا سچ جان کر بھی خاموش رہی وہ گھر میں کوئی طوفان نہیں لانا چاہتی تھی اور اس کا کہنا تھا کہ "وہ باہر سیاہ کرے یا سفید اس سے اسے کوئی مطلب نہیں۔ اپنے اعمال کا جواب اس نے خود اپنے اللہ کو دینا ہے۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ بیٹے اور جوان ہوتے پوتے باپ یا دادا کے سامنے کھڑے ہوں اور گھر کا شیرازہ بکھر جائے۔"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

تاج بائی نے سیٹھ کو سمجھانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا کہ "یہ بچی ابھی بہت چھوٹی ہے۔ یہ ابھی اس قابل نہیں کہ اس کے ساتھ ہم بستری کی جائے، وہ برداشت نہیں کرسکے گی ممکن ہے اس سب میں وہ مر جائے۔"

سیٹھ نے نظر اٹھا کر تاج بائی کی طرف دیکھا تو اس کے منہ سے ہوس کی رالیں ٹپک رہی تھیں۔اس نے تاج بائی سے کہا" تمہیں کیوں اتنی ہمدردی ہو رہی ہے اس سے۔ کہیں یہ تمہاری تو کچھ نہیں لگتی اور لگتی بھی ہے تو اس سے مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا۔یہ اب میری ملکیت ہے۔"

تاج بائی کچھ بھی کہتی اس سے پہلے ہی دوبارہ اپنی بات جاری رکھتے ہوئے بولا" بھوک سے مری ہوئی ہے تم دو دن اسے اچھے سے کھانا کھلاو،دیسی گھی،تازہ پھل۔ میں تمہیں اس کے لئے بہترین زیور اور کپڑے لا کر دوں گا۔دو دن بعد میرا کمرہ پھولوں سے سجا دینا۔ایک عمر بعد ایسی لڑکی ملی ہے جس کی خواہش تھی مجھے۔"

تاج بائی کو ترچھی نظروں سے دیکھتے ہوئے بولا" بھوکا اپنے سامنے رکھا نوالہ کبھی کسی کو چھیننے نہیں دیتا۔یہ بات یاد رکھنا۔

تاج بائی کو سیٹھ کی باتیں بہت بری لگیں۔ایسا نہیں کہ پہلی بار بری لگیں لیکن آج باتوں سے زیادہ اپنی بے بسی پر غصہ آرہا تھا۔تائی بائی ایک تو سیٹھ کے احسانات کے نیچے دبی

ہوئی تھی اور دوسرا اس کے گناہوں میں برابر کی شراکت دار تھی۔ اس لئے اس کے خلاف کچھ نہیں کر سکتی تھی سوائے خاموش رہنے کے۔ پھر بھی اس نے بہت کوشش کی سیٹھ کو سمجھانے کی کہ وہ ابھی بہت چھوٹی ہے اور اس سب میں جان سے بھی جا سکتی ہے مگر سیٹھ کو اس سب سے کیا تھا اسے تو ایسے لگ رہا تھا جیسے کئی دنوں کے بھوکے شیر کو من پسند ہرن کا بچہ مل گیا ہو کھانے کو۔

****

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

ستارہ پہلے ہی ماں باپ کی جدائی میں افسردہ تھی۔ اب بہن کی دوری میں تو رو رو کر نڈھال ہو گئی تھی۔ تاج بائی پہلی بار خود کو بہت بے بس محسوس کر رہی تھی۔ وہ جانتی تھی کہ اس کی کوئی کوشش کامیاب ہونے والی نہیں اس لئے اس نے سوچا بجائے سیٹھ کو سمجھانے کے وہ اس لڑکی کی دلجوئی کرے تاکہ اس کی حالت کچھ سنبھلے۔

تاج بائی ستارہ کے پاس آئی جو صبح سے بھوکی پیاسی بیٹھی بس روئے جا رہی تھی۔ وہ اسے

بہلانے کی کوشش کرتے ہوئے بولی "سیٹھ تمہیں اس محل کی رانی بنانا چاہتا ہے۔"

ستارہ نے کہا "اس کی بہن کو بھی یہاں بلوا لیا جائے یا اسے بھی اس کی بہن کے پاس بھیج دیا جائے۔ اسے اپنی بہن کے ساتھ رہنا ہے۔"

"وہ سب تو ملازم بھرتی ہو گئیں ہیں۔ وہ دن بھر فیکٹری میں کام کریں گی۔ اس کے عوض میں انھیں معمولی غذا اور معمولی کپڑے پہننے کو ملیں گے لیکن اسے تو یہاں اچھے کپڑے اور اچھے کھانے ملیں گے۔"

یہ سب باتیں ستارہ کو بہلانے کے لئے کافی نہیں تھیں۔ اسے اس سب کی نہ تو خواہش تھی اور نہ ضرورت۔ اسے ہر قیمت پر بس اپنی بڑی بہن کے ساتھ ہی رہنا تھا۔ تاج بائی اپنے طور پر کوشش کئے جا رہی تھی مگر اس کوشش سے کچھ حاصل نہیں ہونا تھا وہ یہ بات بھی جانتی تھی۔

****

ایک ہفتہ گزر گیا ستارہ کو سیٹھ کے گھر پر ابھی تک دوبارہ سیٹھ اور ستارہ کا سامنا نہیں ہوا۔

جب بھی سیٹھ ستارہ کا پوچھتا تاج بائی کہہ دیتی کہ "اس کو رونے کی وجہ سے بخار ہے،وہ ابھی تک صدمے میں ہے۔"

سیٹھ کا صبر کا پیمانہ لبریز ہونے لگا۔

ڈیڑھ ہفتے بعد سیٹھ نے دوپہر کے وقت گھر سے باہر جانے سے پہلے تاج بائی کو بلوایا اور کہا

"اس لڑکی کو سمجھا لینا یہاں کے دستور۔"

سیٹھ کے اس جملے کا مطلب تاج بائی بہت اچھے سے جانتی تھی۔

Clubb of Quality Content

سیٹھ فہد شام تک واپس آ گیا۔ وہ ستارہ کو تیار کرنے کے لئے بنارسی ساڑھی،زیورات اور میک اپ کا سامان لایا۔ تاج بائی سے کہہ کر اس نے اپنا سفید پاجامہ کرتا نکلوایا۔ تاج بائی نے ناچاہتے ہوئے بھی سیٹھ کے کمرے کو ایک نئے شادی شدہ کمرے کی طرح پھولوں سے سجایا۔ یہ سب پہلی مرتبہ نہیں ہو رہا تھا ہاں البتہ تاج بائی کو پہلی دفعہ کسی بچی سے اتنی ہمدردی ہو رہی تھی اور وہ اسے سیٹھ کے ظلم سے بچانا چاہتی تھی مگر یہ ممکن نہ تھا۔ سیٹھ تیار

ہو کر اس کمرے میں جو سجایا گیا تھا بڑی بے چینی سے ادھر ادھر ٹہل کر ستارہ کا انتظار کرنے لگا۔ ستارہ گاؤں کی سیدھی سادی معصوم بچی تھی۔ ساڑھی تو اس نے زندگی میں دیکھی ہی پہلی بار تھی۔ تاج بائی نے ستارہ کو خود ساڑھی پہنائی۔

ستارہ جو اب تاج بائی کی محبت کی وجہ سے تھوڑی اس سے گھل مل گئی تھی اس سے بار بار پوچھ رہی تھی کہ "آپ مجھے اتنا سجا کیوں رہی ہو؟ کیا کسی کی شادی میں جانا ہے؟"

تاج بائی کے پاس ستارہ کے اس سوال کا کوئی جواب نہیں تھا وہ خاموش تھی مگر آنکھیں آنسوؤں سے بھری ہوئیں تھیں۔ جب ستارہ دلہن کے روپ میں پوری تیار ہو گئی تو تاج بائی اسے سیٹھ فہد کے کمرے میں لے آئی۔ تیار کرنے سے کمرے میں لانے تک تاج بائی ستارہ کو سمجھاتی رہی کہ "جو کچھ سیٹھ کرنے کے لئے کہے چپ چاپ کرتی جانا۔ سیٹھ خوش ہو گا تو تمہارے ماں باپ کو بہت سے پیسے دے گا۔"

ستارہ نے بہت معصومانہ انداز میں پوچھا "میں ہر بات مانوں گی تو کیا مجھے میری بہن کے ساتھ رہنے دیا جائے گا؟ کیا مجھے اور میری بہن کو واپس ہمارے گاؤں بھیج دو گی آپ؟"

تاج بائی زبردستی مسکراتے ہوئے بولی "ہاں ہاں بلکل تمہیں تمہاری بہن سے ملنے دے دیا جائے گا اور تم دونوں بہنوں کو واپس گاؤں بھیج دوں گی تمہارے ماں باپ کے پاس۔ لیکن ایک بات یاد رکھنا اگر تم نے سیٹھ کی بات نہ مانی تو وہ تمہیں، تمہاری بہن کو اور سب گھر والوں کو مروادے گا۔"

تائی بائی کی بات پر ستارہ بہت ڈر گئی اور پوچھنے لگی "مجھے کرنا کیا ہو گا؟؟"

یہ وہ سوال تھا جس کا جواب تاج بائی نہیں دینا چاہتی تھی مگر سیٹھ نے زور دے کر کہا تھا کہ "لڑکی کو سمجھا دینا نخرے کرنے میں وقت برباد نہ کرے۔"

ستارہ اتنی معصوم تھی کہ تاج بائی کے لئے اسے یہ بتانا کہ اسے کس مقصد کے لئے تیار کر کے سیٹھ کے کمرے میں لے جایا جا رہا ہے بہت مشکل تھا۔

تاج بائی نے مصلحت سے کام لیتے ہوئے کہا کہ "سیٹھ تمہارے ساتھ شادی کر رہا ہے، اسے تم بہت اچھی لگی ہو اور ایک اچھی بیوی کا کام شوہر کو ہر طرح سے لبھانا اور خوش کرنا ہوتا ہے تو جو بھی سیٹھ کہے بنا سوال کئے یا ہچکچائے سب کرتی جانا۔"

ستارہ کے قدم رک گئے پریشان ہوتے ہوئے بولی "مجھے تو ابھی شادی نہیں کرنی۔ مجھے اپنے اماں ابا کے پاس جانا ہے۔"

تاج بائی نے زبردستی مسکراتے ہوئے کہا "تمہیں اپنی بہن اور ماں باپ سے ملنا ہے کہ نہیں۔"

****

رات کافی گہری ہو گئی تھی۔ سیٹھ انتظار کر کے تھک گیا تو تاج بائی کو غصے سے اونچی اونچی گالیاں دے کر بلانے لگا۔ تاج بائی جانتی تھی کہ جتنی دیر ہو گی اتنا ہی سیٹھ کا تشدد ستارہ پر بڑھے گا۔ اس نے ستارہ کو رکتے دیکھا تو چلنے کے لئے کہا۔ ستارہ پوری طاقت سے خود کو روکنے کی کوشش کرنے لگی۔ تائی بائی بنا کچھ کہے اسے پورے زور سے بازو سے پکڑ کر تقریبا کھینچتی ہوئی سیٹھ کے پاس کمرے میں لے آئی اور وہاں کمرے کے درمیان میں چھوڑ کر واپس چلی گئی۔ جاتے وقت دروازہ بند کر دیا۔

ستارہ نے پریشانی کے عالم میں کمرے میں نظر دوڑائی تو سیٹھ فہد اپنی تنی ہوئی گردن کے ساتھ کمرے میں موجود صوفے پر بیٹھا تھا۔ڈری سہمی لڑکیاں سیٹھ کو بہت بھاتی تھیں۔وہ اپنی ہوس کا نشانہ صرف اور صرف کنواری،بے بس اور ڈری سہمی لڑکیوں کو ہی بناتا تھا۔ ستارہ کو سیٹھ کی نظروں سے ڈر لگ رہا تھا وہ سہم کر خود کو سمیٹتے ہوئے سکھڑ گئی اور ساڑھی کا پلو اپنے گرد لپیٹنے لگی۔ستارہ ڈر کر صوفے سے دو قدم پیچھے ہوئی۔ستارہ کا پورا جسم بری طرح کانپ رہا تھا۔اسے کچھ سمجھ نہیں آ رہی تھی کیا کرے۔اس کے خوف میں تب اور اضافہ ہوا جب سیٹھ ایک دم اس کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا۔ستارہ دروازے کی طرف دوڑی لیکن سیٹھ نے دروازہ کھولنے سے پہلے ہی اسے دھکا دے کر بیڈ پر پھینک دیا۔چیخی،چلائی،روئی بہت واسطے دیئے مگر اس بے حس پر کب ان باتوں کا اثر ہونا تھا۔

تاج بائی کو پہلی بار کسی کی زندگی برباد ہونے کا افسوس اتنی شدت سے تھا کہ وہ پورا وقت کچن میں بیٹھی روتی رہی اور خدا سے اس لڑکی کی زندگی کی دعا مانگتی رہی۔وہ بہت کوشش کے بعد بھی اتنی جرت نہیں پیدا کر سکی کہ ستارہ کی مدد کر سکے۔صبح کے چار بجے سیٹھ اس

کمرے سے باہر آیا تو تاج بائی کو آواز دے کر پھل اور دودھ لانے کا حکم دے کر اپنے کمرے میں چلا گیا۔ جب تاج بائی سیٹھ کو اس کے پسندیدہ لوازمات دے چکی تو سیٹھ بولا "وہ بدبودار جسم خون میں لت پت پڑا ہے۔ دیکھو جسم میں جان ہے تو ڈرائیور سے کہو کہیں سنسان جگہ پر پھینک آئے اور اگر مر گئی ہے تو ڈرائیور جانتا ہے کہاں ٹھکانے لگانا ہے۔"

یہ بات سن کر تاج بائی کے جیسے رونگٹھے کھڑے ہو گئے اور وہ تقریباً بھاگتی ہوئی کمرے میں آئی۔ خون میں لت پت پوری ننگی ستارہ جیسے آخری سانسیں لے رہی تھی۔ تاج بائی نے سب سے پہلے تو اس کے جسم کو چادر سے ڈھانپا پھر اسکے زخموں کو گرم پانی سے صاف کیا اور اس کے اوپر بڑی سی گرم چادر اوڑھا دی۔ اس کے سر کے نیچے موٹا تکیہ رکھا تاکہ سر اونچا ہو سکے۔ ستارہ کی سانسیں چل رہیں تھیں۔ یہ اب ستارہ بھی نہیں جانتی تھی کہ وہ زندہ ہے۔ وہ تو ایک لاش کی صورت پڑی تھی۔ تاج بائی کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ اس نے نیم گرم دودھ میں ہلدی ملا کر چمچ سے سپ سپ اسے پلانے کی کوشش کی کہ کچھ توانائی جسم میں جائے مگر بے سود تھا یہ سب۔ تاج بائی کو اس پر بہت ترس آرہا تھا۔ تاج بائی کو لگا کہ یہ چند

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

پل کی مہمان ہے۔ اس کے دل میں خیال آیا کہ اس سے پہلے کہ یہ مر جائے اسے کسی ایسی جگہ پہنچا دیا جائے جہاں کوئی اللہ کا نیک بندہ اسے شاید بچا لے۔

اس نے ڈرائیور کو خاص تاکید کی کہ "سانسیں ابھی باقی ہیں تو اس لڑکی کو کسی آباد سڑک کے کنارے آرام سے رکھ دینا مزید چوٹ نہ آئے، زندہ کو دفنانا مت۔ یہ سیٹھ کا حکم ہے اور جانتے ہو نا کہ سیٹھ کی بات نہ ماننے والے کو سیٹھ کیا سزا دیتا ہے۔"

ڈرائیور بہت اچھی طرح جانتا تھا کہ تاج بائی وہی کہتی ہے جو سیٹھ حکم دے تو بنا کوئی سوال جواب کئے اس نے بے جان ستارہ کے لاش نما سفید چادر میں لپٹے جسم کو آرام سے اٹھا کر گاڑی میں رکھ دیا۔ تاج بائی اب دعا کرنے لگی کہ خدا کسی نیک پرور بندے کی نظر اس بچی پر پڑ جائے اور وہ اسے بچا لے۔

سنو!!

عورت کو کھلونا سمجھنے والوں

جس کے نام سے ہے رونق،وہ ہے عورت

تو جس کا بیٹا،وہ ہے عورت

کچھ تو احساس کر اس ذات کا،جس کا ہے عورت

جس کے قدموں تلے رکھی ہے جنت،وہ ماں ہے عورت

تو جس کا باپ بنے گا،وہ ہے عورت

جو کل تیرا نصیب ہے،وہ ہے عورت

تو جس کا بھائی ہے،وہ ہے عورت

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

سیٹھ کا ڈرائیور ستارہ کے بے جان جسم کو ایک ایسی سڑک پر پھینک کر تیزی سے چلا گیا جہاں گاڑیاں آتی جاتی تو تھیں مگر بہت کم۔ مگر کہتے ہیں نا مارنے والے سے بچانے والا بڑا ہوتا ہے تو ستارہ کی زندگی بھی ابھی باقی تھی۔ سیٹھ کے ڈرائیور کے جانے کے کچھ ہی دیر بعد بیگم سلطانہ اپنی گاڑی میں وہاں سے گزریں۔ ان کے ڈرائیور نے بتایا کہ "سڑک کے کنارے کپڑے میں لپیٹا کوئی انسان پڑا ہے۔"

بیگم سلطانہ جو اخبار پڑھنے میں مصروف تھیں پوچھتے ہوئے بولیں "کچھ کہا کیا نفیس تم نے"

"جی بیگم صاحبہ آگے سڑک کے کنارے کپڑے میں لپٹا شاید کوئی انسان ہے یا کسی کی لاش۔"

"اوہ تو تم دیکھو اس میں جان باقی ہے کیا؟"

ڈرائیور نے گاڑی اس لاش نما جسم کے نزدیک روک دی۔ اتر کر دیکھتے ہوئے بولا "یہ ایک بچی ہے۔ جو نہایت بری طرح زخمی ہے اور اس کی حالت بہت نازک ہے۔"

بیگم سلطانہ نے کہا "اسے اٹھا کر گاڑی میں احتیاط سے رکھ دو۔"

ڈرائیور نے ہدایت پر عمل کرتے ہوئے ویسے ہی کیا جیسے بیگم سلطانہ نے کہا تھا۔ بچی کی حالت اور مشکل سے چلتی سانسیں بہت تکلف دہ تھیں۔

****

اسے زور سے آواز دیتے ہوئے بس کنڈیکٹر نے کہا"بی بی اب اتر بھی جاو بس سے۔۔۔

بس اڈے پر پہنچ چکی ہے۔۔۔

یہ بس اس سے آگے نہیں جاتی۔ لاہور پہنچ چکی ہے۔۔۔

بھائی رات کے دس بج رہے ہیں۔ میں آگے کیسے جاوں گی۔ اتنی رات کو۔۔۔

ڈرائیور جو کنڈیکٹر اور اس کی باتیں سن رہا تھا بولا"بیٹا اس شہر میں نئی ہو کیا؟"

اس نے کوئی بھی جواب دینا مناسب نہیں سمجھا

ڈرائیور بڑی عمر کا سمجھدار آدمی تھا

"یہاں اڈے پر بہت سے رکشے کھڑے ہوتے ہیں۔ کسی بھی رکشے والے کو ایڈریس بتانا وہ مطلوبہ جگہ پر پہنچا دے گا۔"

اس نے اپنی بیٹی کا ہاتھ مضبوطی سے تھام رکھا تھا۔ دونوں ماں بیٹی کی حالت بتا رہی تھی کہ کسی نے بہت مارا پیٹا ہے اور زخموں سے نڈھال ہیں۔"

اس نے اپنے ارد گرد دیکھا تو پرس غائب تھا۔ وہ پریشان ہو گئی"ہمارا پرس۔۔۔"

کنڈیکٹر اس کی حرکتوں سے تنگ آچکا تھا۔ بس خالی کر کے اسے بھی کھانا کھا کر کچھ دیر آرام کرنا تھا اگلے سفر سے پہلے۔

"بی بی اب شور مچانے سے کیا فائدہ۔۔ ساری بس تو خالی ہو چکی ہے۔ کوئی مسافر جاتے وقت لے گیا ہو گا تمہارا پرس۔"

اس نے خود کو سنبھالا اور یہ سوچ کر اسے اطمینان ہوا کہ پرس میں تو کچھ ہزار روپے ہی تھے جو دادی ساس نے دیئے تھے۔ ایڈریس تو کپڑوں والے بیگ میں دادی ساس نے رکھوایا تھا۔ "بھائی ہمارا سامان تو اتار دیں۔"

وہ اپنی سات سالہ بیٹی کا ہاتھ بہت مضبوطی سے تھامے بس سے نیچے اتری۔ سامنے سے آتا رکشہ اس کے پاس آکر رک گیا۔ ایڈریس دکھاتے ہوئے بولی "بھائی مجھے اس پتے پر پہنچا دو۔"

رکشے والا لہجے کے انداز سے جان گیا کہ یہ عورت لاہور کی تو نہیں۔ اس نے اوپر سے نیچے تک زخموں سے نڈھال حاملہ عورت اور اس کی بچی کو دیکھا تو اس کے اندر کا جانور جاگ

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

گیا۔"

"ایڈریس پر نظر ڈالے بنا ہی بولا" کاغذ واپس رکھ لو میر اروز کا جانا ہے اس جگہ۔ آو بیٹھ جاو میں پہنچا دیتا ہوں۔"

اس نے پیسے پوچھنے چاہے تو بولا" پردیسی بھی اور زخمی بھی۔۔ جو مناسب لگیں دے دینا۔"

وہ خاموشی سے بیٹھ گئی۔اسے جلد از جلد اس پتے پر پہنچنا تھا۔اڈے سے نکل کر کچھ دور جانے کے بعد رکشے والا ایک ویران راستے کی طرف چل نکلا۔

ویران راستہ دیکھ کر مہوش بولی" رکشہ روکو۔یہ تم کہاں لے جارہے ہو۔"

رکشہ کب رکنا تھا۔کچھ دیر بعد رکشہ رکا۔کچھ لوگ تاش کھیل رہے تھے۔

"دیکھو کیا مال لایا ہوں۔"

تاش کھیلنے والے چاروں آدمی آگے بڑھے۔۔

"یہ کیا کچرا اٹھا لائے ہو۔۔ایک حاملہ دوسری بچی"

"حاملہ کیا تیری بیوی ہے یا بچی تیری بیٹی"

اس نے اپنی بیٹی کے گرد اپنے بازوں کا حلقہ تنگ کر دیا۔

وہ منت کرنے لگی، گڑگڑانے لگی۔ چھوڑ دو میری بیٹی کو۔ مگر انسان سے خطرناک جانور کوئی اور ہو ہی نہیں سکتا۔ اسے ٹھوکر مار کر پتھر پر دے مارا۔ وہ پیٹ کی درد سے کراہتے ہوئے بھی گھٹنوں کے بل آگے بڑھنے کی کوشش کر رہی تھی۔ اسے دوبارہ کسی نے ٹھوکر ماردی۔ وہ روتی رہی۔ منت کرتی رہی۔ اس کی آنکھوں کے سامنے پانچوں ظالموں نے اس کی سات سالہ بیٹی کے ساتھ باری باری زیادتی کی۔

اس رات اس نے ایک بیٹی نہیں اپنی دونوں اولادیں کھودیں تھیں۔

"اف میری بچی۔۔۔۔"

****

Clubb of Quality Content

آہ نکلی بھی اور کوئی سن بھی نہ سکا۔ آنکھیں نم تھیں اور دل بھاری۔

خود کو دل میں مخاطب کیا "اس بچی کو کچھ نہ ہو۔ اسے ہر حال میں زندہ رہنا ہو گا۔ ایک بار پھر کسی ظالم کے ظلم کی وجہ سے ہم ایک معصوم بچی کو مرنے نہیں دے سکتے۔"

سنا ہے جنگلوں کا بھی کوئی دستور ہوتا ہے

سنا ہے شیر کا جب پیٹ بھر جائے تو وہ حملہ نہیں کرتا

درختوں کی گھنی چھاؤں میں جا کر لیٹ جاتا ہے

ہوا کے تیز جھونکے جب درختوں کو ہلاتے ہیں

تو مینا اپنے بچے چھوڑ کر

کوے کے انڈوں کو پروں سے تھام لیتی ہے

سنا ہے گھونسلے سے کوئی بچہ گر پڑے تو سارا جنگل جاگ جاتا ہے

سنا ہے جب کسی ندی کے پانی میں

ناول کلب
Clubb of Quality Content

بئے کے گھونسلے کا گندمی رنگ لرزتا ہے

تو ندی کی روپہلی مچھلیاں اس کو پڑوسن مان لیتی ہیں

کبھی طوفان آجائے، کوئی پل ٹوٹ جائے تو

کسی لکڑی کے تختے پر

گلہری، سانپ، بکری اور چیتا ساتھ ہوتے ہیں

سنا ہے جنگلوں کا بھی کوئی دستور ہوتا ہے

خداوندا! جلیل و معتبر! دانا و بینا منصف و اکبر!

مرے اس شہر میں اب جنگلوں ہی کا کوئی قانون نافذ کر!

ڈرائیور جانتا تھا اسے کیا کرنا ہے۔ اس نے گاڑی کا رخ اس ہسپتال کی طرف کر دیا جہاں بنا سوال جواب کے فوراً علاج شروع ہو جاتا تھا۔ بیگم سلطانہ کے کارندے اکثر ایسی لڑکیوں کو اسی ہسپتال لے کر جاتے اور علاج کرواتے تھے۔ اس مقصد کے لئے بیگم سلطانہ نے ایک پرائیوٹ ہسپتال کے مالک سے اچھے تعلقات بنا رکھے تھے اور انھیں کافی بھاری عطیات بھی

دیتی تھیں۔

ہسپتال پہنچ کر تشخیص پر پتا چلا کہ لڑکی نابالغ ہے اور اس کو مسلسل چار پانچ گھنٹے جسمانی زیادتی کا نشانہ بنایا گیا تھا۔ ڈاکٹرز نے بتایا کہ "اس کے جسم میں اندرونی زخم بیرونی زخموں سے زیادہ گہرے ہیں، اس کے علاج پر کافی زیادہ پیسہ اور وقت لگے گا۔"

بیگم سلطانہ کب پیسے کو اہم سمجھتی تھیں۔ ان کے نزدیک انسان کی جان سے اہم دنیا کی کوئی بھی شے نہیں تھی۔ انھوں نے دل کھول کر پیسہ خرچ کیا اور ستارہ کا مکمل علاج پوری طرح جانم بی کی نگرانی میں کروایا۔

ستارہ کو ٹھیک ہونے میں تقریباً ڈیڑھ ماہ لگ گیا۔ جب ستارہ مکمل ٹھیک ہونے کے بعد بیگم سلطانہ کے سامنے لائی گئی تب انھوں نے نہایت شفقت سے اس سے اس کے گھر کا پتا اور گھر والوں کے بارے میں پوچھا تو ستارہ نے جتنی معلومات بھی اس کے پاس تھی سب بتا دی مگر وہ معلومات کافی نہیں تھیں۔ اسے گاؤں کا نام، والد اور دادے کا نام تو معلوم تھا۔ اس کی بتائی معلومات سے اس کے گھر والوں کو ڈھونڈنے کی کوشش کی جا سکتی تھی۔ البتہ

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

اسے سیٹھ کے بارے میں کچھ بھی معلوم نہ تھا۔

بیگم سلطانہ نے اپنے جاسوسی کارندوں کو ستارہ کے گھر والوں کے بارے میں پتا کرنے کی ڈیوٹی تو دے دی مگر اس وقت سب سے اہم مسئلہ ستارہ کا تھا۔ اب ایک ہی راستہ تھا کہ ستارہ کو بیگم سلطانہ طلسماتی محل میں رکھ لیں جب تک گھر والوں سراغ نہیں لگ جاتا۔ ستارہ کو جانم بی کے حوالے کر دیا گیا۔

ستارہ کے اندر ایک ڈر بیٹھ گیا تھا۔ وہ کسی بھی آواز یا انسان سے ڈر جاتی تھی۔ اسے توجہ اور محبت دی جانے لگی کہ اس کے اندر کے ڈر کو ختم کر کے اسے نارمل زندگی کی طرف لایا جا سکے۔ آہستہ آہستہ اس کا ڈر تو کم ہوا لیکن وہ اداس اداس رہتی تھی۔ اسے یہاں کا ماحول بہت مختلف لگ رہا تھا۔ یہاں تمیز، تہذیب، تعلیم اور خاص کر اردو ادب پر بہت خاص توجہ دی جاتی تھی۔ کوئی اونچی آواز میں بات نہیں کر سکتا تھا۔ دھیمہ، نہایت میٹھا اور شائستہ لہجہ بہت ضروری تھا بات کرنے کے لئے۔ ہر کام وقت مقررہ پر ہوتا تھا۔ آہستہ آہستہ یہاں کے ماحول میں ڈھلنے لگی تھی اور سب سے گھلنے ملنے لگی تھی۔ اسے اماں ابا اور بہن بھائیوں کی

بہت یاد آتی تھی مگر اب اس کی تعلیم و تدریس کا سلسلہ شروع ہونے کی وجہ سے اس سب میں اسے یاد کرنے کا وقت کم ہی ملتا تھا۔

جانم بی کو بیگم سلطانہ نے ستارہ کا خاص خیال رکھنے کی ہدایت کر رکھی تھی۔ یہ بھی کہہ رکھا تھا کہ ستارہ کی تعلیم اور تربیت پر خاص توجہ دی جائے۔ اسے اٹھنا، بیٹھنا، بات کرنے کا طریقہ سلیقہ سیکھانا سب کی ذمہ داری جانم بی نے امریتہ ماسی کو دے رکھی تھی۔ ستارہ کبھی کبھی اپنے گھر والوں کو یاد کر کے رو دیتی تھی مگر یہاں سے ملنے والی محبت نے اس کے ماضی کے زخم کافی حد تک بھر دیئے تھے۔

طلسماتی محل کی راویت تھی کہ یہاں آنے والی ہر لڑکی کے لئے قرآن پاک پڑھنا اور کم از کم ایف-اے تک تعلیم حاصل کرنا بہت ضروری تھا۔ اس مقصد کے لئے اعلیٰ تعلیم یافتہ اساتذہ رکھی ہوئیں تھیں۔ ان لڑکیوں کو محل کے اندر ہی قرآن پاک کی بھی تعلیم دی جاتی اور پڑھایا لکھایا بھی جاتا۔ میٹرک اور ایف-اے کے پرائیوٹ پیپر دلوائے جاتے۔ اگر

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

کوئی لڑکی سائنس پڑھنے کی خواہش مند ہوتی تو اسکا ایف۔ایس۔سی میں داخلہ کالج میں کروا دیا جاتا۔یہاں رہنے والی سب لڑکیاں ہی بہت خوش اور مطمین تھیں کیونکہ وہ بہت اچھی طرح جانتی تھیں کہ وہ نہ صرف معاشرے کی بلکہ اپنے گھر والوں کی بھی ٹھکرائی ہوئی ہیں۔ انھیں راحتیں اور آزائشیں بھی میسر تھیں اور دینی و دنیاوی تعلیم بھی دی جاتی۔یہاں آنے والے ہر انسان کو پڑھ لکھ کر اپنا مستقبل سنوارنے کا پورا موقع فراہم کیا جاتا۔کسی کے ساتھ کسی قسم کی زبردستی نہ کی جاتی البتہ اتنا ضرور تھا کہ کسی کو بھی اس محل کے اصول توڑنے کی اجازت نہ تھی۔ان سب لڑکیوں کی نگرانی جانم بی کرتی تھیں۔ان میں بہت ہی کم لڑکیوں نے بیگم سلطانہ کو دیکھ رکھا تھا ورنہ سب سے بیگم نایاب سلطانہ گوہر کا بس غائبانہ تعارف ہی تھا۔مگر اس کا مطلب ہر گز یہ نہ تھا کہ بیگم سلطانہ محل میں ہونے والی کسی بھی حرکات و سکنات سے بے خبر تھیں۔

فجر کی نماز کے بعد سب کے لئے ایک گھنٹہ باغ میں چہل قدمی کرنا لازمی تھا اور یہ وہ وقت ہوتا تھا جب اکثر لڑکیاں ٹولیوں کی شکل میں واک کرتیں اور ایک دوسرے سے اپنے غم اور ماضی میں ہوئی غلطیاں جن کی وجہ سے یہاں پہنچیں ایک دوسرے سے شئیر کرتیں تھیں۔جانم بی باغ کے ایسے حصے میں بیٹھتی جہاں سے انھیں باغ کا کونہ کونہ نظر آتا۔جانم بی کے علاوہ بہت سی ملازمہ موجود تھیں جو باغ کے مختلف حصوں میں بیٹھ جاتیں تاکہ لڑکیوں پر مکمل نظر رکھی جاسکے۔اب ستارہ بھی باقی لڑکیوں کے ساتھ روز صبح وہاں واک کرتی۔

تقریبا چھ سے آٹھ ماہ لگ گئے ستارہ کے گھر والوں کا پتا لگانے میں۔جب ستارہ کے گھر والے مل گئے تو جانم بی اسے لے کر اس کے گاوں اس کے گھر پہنچ گئیں۔ستارہ کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی۔گاوں والوں نے ستارہ کے گھر کے آگے بڑی بڑی تین گاڑیاں رکتے دیکھا تو سب پہنچ گئے معاملے کا پتا لگانے۔ستارہ کی والدہ تو اپنی بیٹی کو دیکھتے ہی اسے چومنے لگیں اور

اس سے اس کی بڑی بہن عمارہ کے بارے میں پوچھنے لگیں جسکا جواب ستارہ کے پاس نہیں تھا۔

جانم بی ستارہ کے باپ کو کہہ رہی تھیں "چند پیسوں کے لالچ میں بنا تحقیق کئے کیسے اپنی پھول سی بیٹیاں انجان لوگوں کے حوالے کر دیں۔"

پھر ان کو ساری روداد سنائی کہ کیسی حالت میں انھیں ستارہ سڑک پر ملی۔ اب ستارہ کے والد اور گاوں والوں کو اپنی اپنی بیٹیوں کی فکر لاحق ہو گئی۔ لیکن جانم بی کی ذمہ داری تو بس ستارہ کو اس کے والدین تک پہنچانا تھا۔ ستارہ کو چھوڑ کر واپس آنے سے پہلے انھوں نے کچھ رقم ستارہ کے باپ کو دی تاکہ وہ ستارہ کی صحت کا خیال رکھ سکے۔

گاوں کے لوگ سوال کرنے لگے کہ "ہماری بیٹیاں کہاں اور کس حال میں ہیں ہم کیسے پتا کریں۔"

جانم بی بولیں "یہ تو بھیجنے سے پہلے آپ لوگوں کو پتا کروانا چاہیئے تھا۔ اب اللہ سے رو کر معافی مانگیں اور دعا کریں کہ وہ زندہ سلامت آپ لوگوں تک پہنچ جائیں اور آئندہ کے لئے توبہ کر

لیں کہ چند پیسوں کے لالچ میں اپنی اولاد کا سودا نہیں کریں گے۔"

یہ کہہ کر جانم بی آگے گاڑی کی طرف بڑھ گئیں۔

****

اے عورت یہ تو نے کیا کر ڈالا

مرد کے برابر تھی تو رتبے میں

ہے اگر قرآن پردے میں تو

خدا نے تجھ کو بھی رکھا پردے میں

باپ کے سر کا تاج ٹھہری

بھائی کی تو شان ٹھہری

شوہر کا تو مان ٹھہری

سمجھنا چاہو تو بات گہری

قدموں میں تیرے جنت ہی رکھ دی

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

خدا نے رحمت تمام کر دی

عزت تجھ کو تحفے میں دی

سنبھال کر رکھنا تھا کام تیرا

اکثر لڑکیاں جو بظاہر ہنستی مسکراتی نظر آتی تھیں کہیں نہ کہیں دل کی گہرائی میں اداسی نے ڈیرا ڈال رکھا تھا۔ کبھی تنہائی میں گھر والے یا ماضی انھیں پریشان کرتا اور کبھی سب میں ہوتے ہوئے بھی وہ ماضی کی یاد میں کھو جاتیں۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

تاشہ خاکی اور ردا میں کافی گہری دوستی تھی اور دونوں ایک ہی کمرے میں بھی رہتی تھیں۔ دونوں ہی ابھی تک ایک دوسرے کے ماضی سے بے خبر تھیں۔ ردا نے محسوس کیا کہ تاشہ خاکی آج ہمیشہ کی نسبت زیادہ اداس ہے۔ ردا کچھ دیر تو خاموشی سے تاشہ کے ساتھ چلتی رہی پھر اس نے پوچھ ہی لیا کہ "کیا ہوا ہے اتنی کیوں اداس ہو؟"

تاشہ جس کا رونے کو بہت دل چاہ رہا تھا خود کو ملامت کرتے ہوئے بولی "ہم لڑکیاں بھی

کتنی نادان ہوتی ہیں۔ ایک لمحہ لگاتی ہیں اپنی زندگی برباد کرنے میں۔ وہ ایک لمحہ جس کی قیمت ہمیں باقی ساری عمر چکانی پڑتی ہے۔ وہ ایک لمحہ جو ہماری زیست پر بھاری ہوتا ہے وہ ہماری خوشیوں اور رشتوں کو ہی نہیں بلکہ ہمیں بھی کھاجاتا ہے۔ جھوٹے عاشقوں کی سستی محبت اور چکنی چوپڑی باتوں میں آکر ہم اپنے والدین کی سچی محبت،عزت اور قربانیوں کو بھول جاتے ہیں۔"

رداخاموشی سے تاشہ کی بات سن رہی تھی۔ تاشہ کچھ قدم آگے چل کر بینچ پر بیٹھ گئی۔ ردا بھی اس کے ساتھ چلتی ہوئی پاس ہی بیٹھ گئی۔ تاشہ کی آنکھیں آنسووں سے نم تھیں۔ اس نے جیسے ہی پلکیں جھپکائیں آنسووں کا ایک ڈھیر اسکی آنکھوں سے نکل کر گال بھوگتے ہوئے اس کے کپڑوں میں جذب ہو گیا۔

ردانے اس کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے کہا" کیا ہوا تاشہ؟"

بھیگی آنکھوں سے مسکراتے ہوئے" تمہیں پتا ہے میں یہاں اپنی ہی غلطی بلکہ گناہ کی وجہ سے پہنچی ہوں۔"

ردا جان گئی تھی کہ اس وقت تاشہ بہت اداس ہے۔ وہ جب تک دل کا بوجھ ہلکا نہیں کرے گی یوں ہی بے چین رہے گی۔ ردا نے تاشہ کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھا "کیا مطلب ہے اس بات کا؟"

ردا کو تاشہ کی آواز بہت دور سے آتی ہوئی سنائی دے رہی تھی وہ بتانے لگی کہ "میں ایک درمیانے طبقے سے تعلق رکھتی ہوں۔ میرے والد کی پرچون کی دکان تھی۔ انھوں نے دن رات محنت کر کے ہم چاروں بہن بھائیوں کو پڑھایا لکھایا اور ہم سب کی اپنی بساط کے مطابق ہر خواہش پوری کرنے کی کوشش کی۔ مجھ سے بڑے دو بھائی ہیں اور چھوٹی ایک بہن ہے۔ سب سے بڑا بھائی شادی شدہ ہے جبکہ امی ابو چاہتے تھے کہ دوسرے بھائی کی شادی سے پہلے میری شادی کر دی جائے۔ میرے گریجویشن میں بہت اچھے نمبر آئے تو میرے ابو نے مجھے ایک سستا سا مگر نیا اور خوبصورت فون تحفے میں لا کر دیا۔ میں بہت خوش تھی اور سب دوستوں کو کال کر کے بتانے لگی کہ اب میرا اپنا ذاتی فون ہے۔ سب کو میں نے اپنا نیا نمبر سیو کرنے کا بھی کہہ دیا۔"

Clubb of Quality Content

رداخاموشی سے تاشہ کی بات سن رہی تھی۔ کچھ دیر رک کر تاشہ نے بات دوبارہ شروع کی "اب میرے والدین میرے لئے رشتے دیکھنے لگے۔ تمہیں اندازہ ہوگا کہ درمیانے طبقے کے لوگ بیٹیوں کے پیدا ہوتے ہی جہیز بنانا شروع کر دیتے ہیں۔ میرا ابھی تقریباسارا جہیز زیور تیار تھا۔بس کپڑے تھے جن کی تیاری کرنا تھی تاکہ جیسے ہی کوئی مناسب رشتہ ملے گا تو فوراشادی کر دی جائے۔ میری بھابی امید سے تھیں تو گھر کے زیادہ کام میں ہی کر دیا کرتی تھی۔ایک دن میں دوپہر کا کھانا بنا رہی تھی جب میرے فون پر کسی انجان نمبر سے کال آئی۔ میں نے فون اٹھایا تو دوسری طرف کوئی لڑکا تھا۔میں نے رانگ نمبر کہہ کر کال کاٹ دی۔اسی رات میں سونے لیٹی تو اسی انجان نمبر سے دوبارہ کال آگئی۔ میں تو دن کی کال کی بات ہی بھول گئی تھی۔اس سے پہلے کہ میں رانگ نمبر کہہ کر کاٹتی دوسری طرف سے موجود لڑکے نے کہا "صرف دومنٹ میری بات سن لو پھر کال کاٹ دینا۔"

ردا کی بے چینی بڑھی "پھر۔۔ کیا تم نے اس کی بات سنی یا کال کاٹ دی؟"

تاشہ روہنسی آواز میں بولی "کہاں کاٹی میں نے کال۔یہی وہ لمحہ تھاجہاں سے میری زندگی

کی بربادی کی شروعات ہوئی۔ میری چھوٹی بہن میرے ساتھ کمرے میں سوتی تھی۔ وہ نیند میں بولی آپی اتنی رات کو کس کی کال آگئی ہے۔ میں نے اسے کہا سو جاو تمہیں صبح اسکول جانا ہے۔ میری دوست ہے کچھ ضروری بات کرنی ہے اس نے۔"

ردا" تو مطلب تم نے اس کال والے لڑکے سے بات کی؟"

تاشہ "ہاں میں نے خود اپنی تباہی کو آواز دی اور کال کرنے والے سے کہا کہ "بولو کیا کہنا ہے میں سن رہی ہوں۔" کال کرنے والا بڑے میٹھے اور محبت بھرے لہجے میں بولا "دراصل صبح تو کال غلطی سے مل گئی تھی مگر اب میں نے کال خود کی ہے۔ تمہاری آواز اتنی خوبصورت ہے کہ میرے دل نے مجھے مجبور کر دیا تمہیں دوبارہ کال کر کے تمہاری آواز سنوں۔ میرا دل جیسے ایک دم حلق میں آگیا اور میں نے کال کاٹ دی۔"

ردا جو پوری توجہ سے تاشہ کی بات سن رہی تھی اس کے چپ ہونے پر سوالیہ انداز میں بولی

"پھر کیا اس نے دوبارہ کال نہیں کی یا تم نے وہ نمبر بلاک کر دیا۔"

تاشہ اپنے بہتے آنسو پونچھتے ہوئے بولی "نہ تو میں نے نمبر بلاک کیا اور نہ اس نے کال کرنا

بند کی۔ بلکہ اب اس کا معمول بن گیا روز کال کرنا اور میری بہت ساری تعریفیں کرنا۔ عمر کے اس حصے میں اپنی تعریفیں سننا بہت اچھا لگتا ہے۔ بات صرف تعریف کی نہیں تھی اس نے ایک دن اظہار محبت ہی کر دیا۔"

"کیا اس نے تمہیں کہیں دیکھا تھا؟"

تاشہ روتی ہوئی ایک دم قہقہہ لگانے لگی اور پھر ایک دم رک گئی۔ چند سیکنڈ رکنے کے بعد بولی "اسی بات سے تو میں متاثر ہو گئی کہ بنا دیکھے اسے میں اچھی بھی لگنے لگی اور محبت بھی ہو گئی۔ میں نے اس سے یہی سوال کیا تھا کہ تم نے تو مجھے دیکھا بھی نہیں محبت کیسے ہو گئی۔"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"پھر اس نے کیا کہا؟"

تاشہ مصنوعی مسکراہٹ ہونٹوں پر سجاتے ہوئے بولی اس نے کہا "جس کی آواز اتنی خوبصورت ہے وہ خود کتنی خوبصورت ہو گی اور پھر مجھے تو پہلی محبت تمہاری آواز سے اور دوسری تمہاری باتوں سے ہوئی ہے۔" میں اس کا جواب سن کر ہواؤں میں اڑنے لگی۔

ردانے گہری سرد سانس لی اور تاشہ بات جاری رکھتے ہوئے بولی "اسی دوران میرے والدین کو میرے لئے ایک لڑکا پسند آگیا اور رشتے کی بات چلنے لگی۔ میں نے اس کال والے لڑکے جس کا نام مزمل تھا اس سے کہا کہ تم مجھ سے محبت کرتے ہو تو جلد از جلد اپنے والدین کو میرے گھر بھیجو ورنہ میرے امی ابو میری کہیں اور شادی کر دیں گے۔

ردا" پھر؟؟"

"کچھ دن تو وہ ٹالتا رہا مگر میرا اصرار بڑھا تو اس نے کہا" میرے پاس ابھی کوئی نوکری نہیں ہے۔ ایسے میں میرے گھر والے پہلے تو رشتہ لے کر ہی نہیں آئیں گے لیکن اگر میں نے انھیں منا بھی لیا تو تمہارے گھر والے کبھی کسی بے روزگار سے تمہاری شادی نہیں کریں گے۔"

ردا جو تاشہ کو مسلسل روتا دیکھ کر خود بھی بہت اداس ہو گئی تھی۔ اس نے سوالیہ انداز میں کہا کہ "اگر ایسا ہی تھا تو پہلے ہی کیوں اس نے اس راہ کی طرف قدم بڑھائے جن کا کوئی مستقبل نہیں تھا۔"

تاشہ نے آنسو پونچھتے ہوئے کہا کہ "میری آنکھوں پر اس کی محبت کی ایسی پٹی بندھی تھی کہ یہی بات تو مجھے سمجھ نہیں آئی اس وقت۔ میں اس کی بات پر بہت پریشان ہو گئی اور روتے ہوئے میں نے اسے کہا کہ "میں تمہارے بنا زندہ رہنے کا تصور بھی نہیں کر سکتی۔" ردا" تو اس نے اپنے والدین بھیجے کیا؟"

"دو دن تک وہ مجھے دلاسہ دیتا رہا اور اپنی مجبوریوں کی روداد سناتا رہا۔ تیسرے دن مزمل نے مجھے کہا کہ تاشہ بہت سوچ بچار کے بعد میں نے ایک حل نکالا ہے اور اتنی بات کہہ کر خاموش ہو گیا۔ میں نے پوچھا کیا ۔۔ کیا حل نکالا ہے؟"

اتنا کہہ کر تاشہ بھی چپ ہو گئی جیسے اس کی آواز ہی اس سے چھن گئی ہو۔ ردا کچھ دیر تاشہ کی بات مکمل ہونے کا انتظار کرتی رہی مگر تاشہ نے دوبارہ بات شروع نہ کی تو ردا نے بے چین ہو کر پوچھا "تاشہ کیا حل نکالا تھا مزمل نے؟"

تاشہ نے نظریں اٹھا کر ردا کی طرف دیکھا اور بولی "مزمل نے کہا کہ تمہیں مجھ پر بھروسہ ہے؟"

"میں نے کہا ہاں خود سے بھی زیادہ"

مزمل "جو بھی میں نے فیصلہ کیا ہے کیا تم اس میں میرا ساتھ دو گی۔"

تاشہ "میں نے بنا سوچے سمجھے حامی بھی بھر لی اور آخری سانس تک ساتھ نبھانے کی قسم بھی کھالی۔"

ردا "بتاؤ بھی کہ کیا حل نکالا اس نے؟"

تاشہ "مزمل نے کہا ہم دونوں بھاگ کر نکاح کر لیتے ہیں۔"

ردا "بھاگ کر مطلب۔۔ گھر والوں سے چھپ کر؟"

تاشہ "ہاں۔۔ وہ کہنے لگا کہ نکاح کے بعد تمہارے اور میرے گھر والوں کو ہمارے اس رشتے کو ہر حال میں ماننا ہی پڑے گا۔ وہ ہم سے اتنا پیار کرتے ہیں کہ اس پیار کے سامنے ان کا غصہ ہار جائے گا۔"

ردا "تو پھر ایسا کیا ہوا کہ تم یہاں پہنچ گئی۔۔ کیا وہ تمہیں یہاں چھوڑ گیا؟"

تاشہ "نہیں ایسا نہیں ہوا۔ وہ میرا اعتبار جیتنے کی کوشش کر رہا تھا اور بس میں اس کی

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

باتوں پر یقین کر بیٹھی۔"

ردا نے بات کاٹتے ہوئے پوچھا"باتوں پر یقین کر لیا کا کیا مطلب؟ تم بھاگ کر نکاح کرنے پر راضی ہو گئی اور نکاح کے بعد اسے کچھ ہو گیا کیا؟"

تاشہ نے ردا کی طرف دیکھا اور ایک سرد آہ بھر کر بولی"یہ جو بھرم ہوتے ہیں. بہت بے رحم ہوتے ہیں۔ کاش اسے کچھ ہو ہی جاتا مجھ تک پہنچنے سے پہلے۔ اس کے دنیا سے چلے جانے کا غم تو ہمیشہ رہتا لیکن کم از کم محبت کا بھرم تو قائم رہتا۔ محبت پر یقین کھونے کا غم محبوب کے کھو جانے کے غم سے کہیں زیادہ بڑا ہوتا ہے۔"

تاشہ نے بنا ردا کی بات کا جواب دیئے ہی اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا"مزمل نے کہا کہ پہلے چند ہفتے تو گھر والے نہیں مانیں گے۔ ان کا غصہ تو کچھ ہفتوں بعد ہی اترے گا۔ اس لئے شروع کے کچھ عرصہ تو ہمیں کہیں اور رہنا پڑے گا تو میں گھر سے پیسے اور اپنی امی کی الماری سے ان کا زیور لیتا آوں گا۔ تم بھی اپنی شادی کا زیور اور پیسے لیتی آنا تاکہ چند دن کہیں

رہنے کی جگہ اور کھانے پینے کا بندوبست ہو سکے۔ مزمل نے مجھے اتنا یقین دلایا اور تسلی دی کہ مجھے لگا کہ سچ میں کچھ دن بعد سب کچھ بلکل نارمل اور ٹھیک ہو جائے گا۔"

ردا خاموشی سے تاشہ کی سب باتیں سن رہی تھی۔ تاشہ کچھ سیکنڈ رکی اور دوبارہ بات شروع کرتے ہوئے بولی "میں بہت بے چین اور عجیب کشمکش کا شکار تھی کہ کیسے زیورات اور پیسے نکالوں۔ دن بھر تو گھر کے کاموں میں امی کی مدد کرتی رہی اور اس کوشش میں رہی کہ میں بظاہر بلکل نارمل نظر آوں۔ ابو اور بھائی کام پر تھے۔ بھابی کا آخری مہینہ چل رہا تھا تو وہ اپنے کمرے میں آرام کر رہیں تھیں۔ چھوٹی بہن اسکول تھی جب پڑوس کی ہمسائی امی کو میلاد کے لئے بلانے آئی۔ بس وہی پل تھا جب میں نے اپنے ہی گھر میں اپنی ہی شادی کی چیزوں پر ڈاکہ ڈالا۔ سارا زیور اور امی کی الماری سے پیسے نکال کر بیگ میں ڈال دیئے۔ گھر کا پتا میں پہلے ہی مزمل کو سمجھا چکی تھی۔ وہ بھی مجھے بتا چکا تھا کہ وہ کس رنگ کے کپڑے پہن کر آئے گا اور اس کی موٹر سائیکل کا نمبر بھی تا کہ پہچاننے میں مشکل نہ ہو۔

رات ایک بجے مزمل کی کال آئی کہ میں تمہارے گھر کے باہر کھڑا ہوں۔ جلدی باہر آجاو اس سے پہلے کہ کوئی مجھے یہاں کھڑا دیکھ لے۔"

ردا جیسے سانس روکے بات سن رہی تھی۔ تاشہ کی آنکھوں کے سامنے ماضی ایک فلم کی طرح گھومنے لگا۔ اس نے چند سیکنڈ رک کر سانس لی اور آنسو پونچھتے ہوئے بولی"میں نے سامان اٹھایا اور دروازے کی طرف بڑھ گئی۔ دروازے سے پاوں باہر نکالتے ہوئے ایک بار دل بہت زور سے دھڑکا کہ جیسے سب کچھ اگلے لمحے ہی ختم ہو جائے گا۔ کوئی غیبی طاقت جیسے مجھے باہر جانے سے روک رہی تھی کہ باہر گئی تو واپسی ممکن نہیں لیکن ساتھ ساتھ مزمل کے الفاظ میرے کانوں میں زور زور سے گونجنے لگے۔"تاشہ مجھ پر بھروسہ کرو۔ میں بہت جلد سب ٹھیک کردوں گا۔" میں اپنے سب محبت کرنے والوں کی محبت اور عزت کو پیروں میں روندتی ہوئی گھر سے باہر آگئی۔ اب میں ایک انجان انسان جسکا چہرہ بھی ہلمٹ سے چھپا ہوا تھا کے ساتھ موٹر سائیکل پر بیٹھ کر انجان راہوں کی طرف چل پڑی۔"

تاشہ کی آواز جیسے گلے میں ہی پھنسنے لگی۔ تاشہ خاموش ہوئی تو ردا آگے کی داستان سننے کے لئے اسے بے تاب نظروں سے دیکھنے لگی۔ تاشہ کی خاموشی نے ردا کو مجبور کر دیا کہ وہ سوال کرے اس نے بے تابی سے پوچھا "پھر کیا ہوا۔ کیا تم نے اس کا چہرہ دیکھا کہ وہ کون ہے، کیسا ہے؟"

تاشہ رونے لگی۔ اسے روتے دیکھ کر راحیلہ اور افشین جو واک کرتے ہوئے ان کے پاس سے گزر رہی تھیں وہیں رک گئیں۔ تاشہ جو مسلسل رو رہی تھی اپنے آنسو بھرے چہرے کو اپنے دوپٹے سے صاف کرتے ہوئے بولی "اس کا چہرہ ہلمٹ میں چھپا تھا اور میرا میری اوپر اوڑھی بڑی سی چادر سے ڈھکا تھا۔ نہ اس نے اپنا چہرہ دکھایا اور نہ میرا چہرہ دیکھنے کی خواہش ظاہر کی۔"

راحیلہ اور افشین جو چند لمحے پہلے ہی تاشہ کو روتے ہوئے دیکھ کر اس کے پاس آئیں تھیں ایک دم دونوں ساتھ میں یک آواز ہو کر بولیں "اسکا مطلب وہ سچ میں تم سے محبت کرتا تھا۔ اس نے کچھ غلط نہیں کیا تمہارے ساتھ؟"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

تاشہ نے ردا کی طرف دیکھا اور بولی" محبت۔۔ کاش اسے مجھ سے محبت ہوتی۔ خیر آبادی سے کچھ دور جانے کے بعد مزمل نے موٹر سائیکل روک دی۔ مجھے لگا کہ وہ اس ویران جگہ مجھ سے دو پل پیار بھری بات کرنے کے لئے رکا ہے۔ ہلمٹ اتارے گا، مجھے چادر سے ڈھکا چہرہ دکھانے کی فرمائش کرے گا لیکن۔۔!!"

راحیلہ "لیکن کیا تاشہ؟"

"اس نے کہا موٹر سائیکل خراب ہو گئی ہے۔ میرا بیگ اس نے کیرئر سے باندھ رکھا تھا۔ زیور اور پیسے بیگ میں تھے۔ مشکل سے کچھ دو قدم ہم دونوں پیدل چلے ہوں گے پھر سامنے اشارہ کرتے ہوئے مزمل بولا" تم یہیں رکو وہ سامنے پیٹرول پمپ ہے یقیناً وہاں کوئی مکینک بھی ہو گا میں موٹر سائیکل وہاں لے جاتا ہوں مرمت کروا کر ابھی واپس آیا۔"

میں نے کہا کہ "میں بھی تمہارے ساتھ چلتی ہوں۔ مزمل میرے چادر سے مکمل طور پر ڈھکے چہرے کو اپنے ہاتھوں میں لیتے ہوئے۔ بہت ہی والہانہ انداز میں بولا "بلکل نہیں میری جان راستہ بہت ویران ہے اور اس سے آگے سڑک پر کوئی روشنی بھی نہیں ہے۔

اس جگہ روڈ لائیٹ تو چل رہی ہیں۔ ایسا نہ ہو اندھیری رات کا فائدہ اٹھا کر کوئی تمہیں پریشان کرے۔ تم یہیں درخت کے پاس رک جاو یہاں روشنی تو ہے۔ میں بیگ ساتھ لے جاتا ہوں کوئی تم سے بیگ چھین نہ لے۔ میں بس جلدی سے موٹر سائیکل ٹھیک کروا کر آیا"

راحیلہ نے پوچھا "کیا وہاں تمہیں کسی نے پریشان کیا؟"

تاشہ راحیلہ کی بات کا جواب دیئے بنا اپنی بات آگے بڑھاتے ہوئے بولی "میری سوچنے سمجھنے کی صلاحیت تو اس کی محبت کی بھینٹ چڑھ چکی تھی۔ میں نے اس کی بات مانتے ہوئے "ٹھیک ہے" کہا اور وہ "ابھی آیا" کہہ کر موٹر سائیکل کے ساتھ ساتھ چلتا کچھ چار قدم آگے بڑھا اور پھر میں نے اپنی آنکھوں سے اسے دو چار قدم کے بعد موٹر سائیکل پر بیٹھتے اور موٹر سائیکل اسٹارٹ کر کے بنا پیچھے دیکھے بہت تیزی سے بھگا کر جاتے دیکھا۔ میرا دل ایک دم جیسے رک سا گیا۔ مجھے کچھ سمجھ نہیں آئی کہ یہ سب کیا ہوا ہے۔ مجھے ڈر لگنے لگا۔ میں نے بہت کال ملائی مگر اس نے میری کال پک نہیں کی۔ اندھیری رات اور ویران سڑک۔ میرا پورا جسم بری طرح کانپ رہا تھا۔ مجھے اپنی غلطی کا بہت شدت سے احساس ہونے لگا کہ

جھوٹی محبت پر یقین کر کے میں سچی محبتیں پاوں تلے روند آئی تھی۔ درخت کی آڑ میں سمٹ کر چھپ کر بیٹھے جانے کتنی ہی دیر گزر گئی۔ فجر کی اذان کی آواز سنائی دینے لگی۔ میں نے اب تک کئی سو بار مزمل کو کال ملائی۔ پہلے اس نے کال پک نہیں کی اور بعد میں نمبر بند ہو گیا۔ میں اب جان گئی تھی کہ اس نے واپس نہیں آنا۔

افشین نے بات کاٹتے ہوئے کہا کہ "تم واپس گھر چلی جاتی اور اپنے گھر والوں سے معافی مانگ لیتی۔"

تاشہ جو مسلسل رو رہی تھی اپنی آنسوؤں پر قابو پانے کی کوشش کرتے ہوئے بولی "میں نے یہی سوچا تھا۔ واپس جانے کا فیصلہ کرنے میں مجھے بہت دیر ہو گئی۔ مجھے راستے کی سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ سنسان روڈ پر کس طرف جاوں گی تو گھر پہنچوں گی۔ دن چڑھا اور سڑک پر انسانوں کی آمد ورفت شروع ہوئی تو میں نے لوگوں سے اپنے علاقے کا راستہ پوچھا۔ خود کو مکمل طور پر چادر سے ڈھانپ لیا اور گھر کی طرف چل دی۔ جب گھر کی گلی میں پہنچی گھر کے نزدیک خیمہ لگا دیکھا۔ میں نے چہرہ مزید اچھی طرح ڈھانپ لیا اور لوگوں سے

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

پوچھا کہ سب یہاں کیوں اکٹھے ہیں۔ پتا چلا کہ رات اسماعیل خاکی کی بیٹی تاشہ خاکی انتقال کر گئی تھی اور فجر کی نماز کے بعد اسے دفنا دیا جا چکا ہے۔"

ردا، راحیلہ اور افشین کی آنکھیں بھی نم ہو گئیں۔ ردا نے ایک لمبی گہری سانس لی۔ راحیلہ نے کہا "مطلب تمہارے گھر والوں نے خود کو بدنامی سے بچانے کے لئے تمہاری جھوٹی موت کی خبر پھیلا دی اور تمہاری جھوٹی نماز جنازہ پڑھ کر قبر بھی کھود دی۔ واہ ری قسمت۔ کاش وہ تمہارا انتظار کر لیتے کچھ دیر۔"

تاشہ جو مسلسل رو رہی تھی بولی "مجھے ان سے کوئی گلہ نہیں۔ ان کے پاس میں نے انتظار کی کوئی بھی وجہ ہی کب چھوڑی تھی۔ گھر سے نکلنے سے پہلے ہی میں نے سب گھر والوں کے نمبر بلاک کر دیئے تھے۔ ممکن ہے انھوں نے مجھے کال کرنے کی یا مجھ سے رابطہ کرنے کی کوشش کی ہو۔ ان کے پاس دو ہی راستے بچے تھے یا وہ مجھے مار دیتے یا وہ سب مر جاتے۔ مر تو وہ اسی پل گئے ہوں گے جب انھوں نے مجھے گھر نہیں پایا ہو گا۔ بس میری میت کو بدنامی سے بچایا ہے۔ وہ مجھ سے اتنی محبت کرتے تھے کہ ان سے یہ برداشت نہ ہوا لوگ

میرے کردار پر انگلیاں اٹھاتے۔ گناہ میں نے کیا تھا تو سزا بھی تو مجھے ہی ملنی چاہیئے تھی۔"

تاشہ خاموش ہوئی تو ردا نے پوچھا "تاشہ تم یہاں طلسماتی محل کیسی پہنچی؟"

راحیلہ بولی "یہ سوال میرے منہ میں تھا۔"

تاشہ نے ان تینوں کی طرف دیکھا اور آنسو پونچھتے ہوئے بولی "میں وہاں زیادہ دیر رکتی تو کوئی نہ کوئی ہمسائی یا رشتے دار مجھے پہچان لیتا اور میرے والدین کی بدنامی ہو جاتی۔ اسی لئے میں خود کو مزید اچھی طرح چادر سے ڈھانپتی، چھپاتی وہاں سے چل پڑی۔ میرے پاس نہ کوئی پیسہ تھا اور نہ کوئی ٹھکانہ۔ میں نے دوبارہ مزمل کو کال ملائی مگر بے سود۔ انجان راہوں پر تیز تیز قدموں سے چل رہی تھی۔ میں یہ تو نہیں جانتی تھی کہ جانا کہاں ہے بس اتنا چاہتی تھی کہ اپنے نہ صرف گھر بلکہ علاقے سے بھی اتنی دور نکل جاوں کہ کوئی مجھے پہچان نہ سکے۔ گرمیوں کی تیز دھوپ میں مسلسل روتے ہوئے بھوکی پیاسی ارد گرد سے بے خبر میں تقریبا دوڑتی جا رہی تھی کہ ایک چکر آیا اور میں سامنے سے آتی ہوئی تیز رفتار گاڑی کو

دیکھ نہ پائی۔ گاڑی تو میرے قریب پہنچ کر رک گئی مگر میں اس سے پہلے ہی سڑک پر گر چکی تھی۔ گاڑی طلسماتی محل کی تھی اور اس میں جانم بی اور ماسی ریحانہ بیٹھی تھیں۔ڈرائیور نے ماسی ریحانہ کی مدد سے مجھے اٹھا کر گاڑی میں ڈالا اور ہسپتال لے گئے۔ وہاں ڈاکٹروں نے بتایا کہ جسم میں پانی کی کمی، کمزوری اور سٹریس کی وجہ سے میں بیہوش ہوئی تھی۔ "

"کوئی اک لمحہ صدیوں کا سفر لئے ہوتا ہے۔ ایسا سفر جس نے ختم ہی نہیں ہونا۔ کیونکہ اس راستے کی کوئی منزل ہی نہیں ہوتی۔ ہم لڑکیاں اکثر اس فیصلے کے لمحے میں غلط راستہ چن لیتی ہیں تو پھر پاوں ابلوں سے بھریں یا زخمی ہو کر لہولہان ہو جائیں صرف سفر مقدر میں لکھ دیا جاتا ہے۔"راحیلہ نے آہ بھر کر کہا۔

"میں ہوش میں آئی تو جانم بی نے میرا پتا پوچھا اور میرے والدین کا نمبر مانگا تا کہ ان سے رابطہ کر کے میرے بارے میں اطلاع دے سکیں۔ میرے پاس اس کے سوا کوئی راستہ نہیں تھا کہ میں انھیں پورا سچ بتاتی۔ میرے سچ بتانے پر جانم بی نے کہا"تم نے اپنے گھر والوں کے اور خود کے ساتھ بہت زیادتی کی ہے۔ تم نے ایک انجان کی محبت پر یقین کر

کے خود کو تو تباہ کیا ہی ہے مگر اپنے گھر والوں کو بھی ہمشہ کے لئے ایک دکھ اور داغ دیا

ہے۔"

افشین"بات تو سچ کہی تھی انھوں نے۔"

"مزمل نے پل بھر میں میری ذات، میرے وجود کو بے وقعت، بے معانی کر دیا۔ بے

وقعت ہونے کا احساس انسان کو اندر سے اس طرح جلا کر بھسم کر دیتا ہے جیسے کسی کے

چہرے پر تیزاب کرنے کے بعد ہوتا ہے۔ اس نے میری شخصیت، میری ہئیت ہی بدل

کر رکھ دی۔ میں خود کو پہچان نہیں پا رہی تھی اور نہ ہی پہچاننا چاہتی تھی۔ میں تو ایک

بد صورت، بد نما دھبا بن گئی تھی۔"

ردا" کہہ تو تم بلکل ٹھیک رہی ہو۔"

تاشہ کی آنکھوں سے مسلسل آنسو رواں تھے۔ دوپٹے کے پلو سے آنکھیں صاف کرتے

ہوئے بولی"جانم بی نے مجھ سے پوچھا کہ اب کہاں جانا چاہو گی۔ کسی دور دراز کے رشتے دار

کے گھر یا کہیں بھی تو ہم باحفاظت پہنچا دیتے ہیں؟"

میں اپنے گھر والوں اور دنیا کے لئے تو مرچکی تھی۔ میں کس حال میں ہوں اب کسی کو اس میں دلچسپی نہیں تھی بلکہ میرا وجود اب ان سب کی زندگیوں کو برباد کردے گا میں بات جان گئی تھی۔ گھر جا نہیں سکتی تھی اور نہ ہی کسی رشتے دار کے پاس تو اب کہاں جاتی؟ میں بے بسی سے جانم بی کو دیکھنے لگی۔

راحیلہ بولی "پھر تم نے کیا کہا، کہاں جانا ہے؟"

تاشہ راحیلہ کی طرف دیکھتے ہوئے بولی "میں نے کیا کہنا تھا۔ میں تو جن سب کو جانتی تھی ان کے لئے میں مرچکی تھی۔ وہ مجھ پر مٹی ڈال کر فاتحہ بھی پڑھ چکے تھے۔ میں رونے لگی اور کہا کہ آپ نے مجھے بچایا ہی کیوں مرجانے دیتیں۔ میں تو ویسے بھی دنیا کے لئے مرچکی ہوں۔"

جانم بی نے میرے سر پر شفقت بھرا ہاتھ رکھا اور بولیں "تم نے بہت بڑی غلطی کی اور تمہیں سزا اس غلطی سے کہیں بڑی مل گئی ہے۔ اللہ تعالی نے تمہاری زندگی ابھی باقی رکھی ہے تو تم مرکیسے سکتی ہو۔ یہ بتاو کہ اب کہاں جانا ہے۔"

میں جس کا کوئی بھی رشتہ اب باقی نہیں بچا تھا بس پریشان نظروں سے جانم بی کو دیکھنے لگی۔

"آپ مجھے دارالامان چھوڑ دیں اور کہاں جاوں گی۔"

جانم بی میری طرف شفقت بھرے انداز میں دیکھتے ہوئے بولیں "میں تمہیں اپنے ساتھ لے تو جاوں مگر میری دنیا تمہاری دنیا سے بہت الگ ہے اور پھر انھوں نے مجھے محل کے بارے میں چند جملوں میں تفضیل بتادی اور پوچھا کیا تم میرے ساتھ جانا چاہتی ہو یا نہیں۔"

ردا نے پوچھا "پھر؟"

تاشہ "میرے پاس زندگی تو تھی مگر زندہ رہنے کی نہ تو وجہ تھی اور نہ کوئی ٹھکانہ۔ میرے پاس حامی بھرنے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ میں نے محل میں رہنے کی حامی بھر لی۔"

"میں یہ نہیں کہوں گی کہ جانم بی نے زبردستی کی بلکہ انھوں نے تو مجھ پر بہت بڑا احسان کیا تھا۔ مجھے تین سال ہو گئے ہیں یہاں۔ میری ہر ضرورت کا خیال رکھا جاتا ہے۔ بلکل گھر

جیسا ماحول ملا۔"

"آہ۔۔۔نہیں ملے تو بس گھر والے نہیں ملے۔"

تاشہ خاموش ہوئی تو افشین بولی "کبھی کبھی ایک غلطی انسان کو آسمان سے زمین پر گرا دیتی ہے۔ تمہاری ایک لمحے کی غلطی نے تمہاری پوری زندگی برباد کر دی۔"

تاشہ اپنا آنسوؤں سے بھرا چہرہ صاف کرتے ہوئے بولی "میرے والدین کی دعائیں میری غلط حرکت کے بعد بھی سائے کی طرح میرے ساتھ رہیں۔ تب ہی تو میں غلط ہاتھوں میں جانے کی بجائے یہاں پہنچ گئی۔ اب تو میرا ماسٹرز ختم ہو گیا ہے۔ اگلے سال ان شاء اللہ پی-ایچ-ڈی کی ڈگری میرے پاس ہو گی۔ میں نے مختلف جگہوں پر نوکری کے لئے سی-وی جمع کروائی تھی۔ مجھے ایک لڑکیوں کے کالج میں جاب مل گئی ہے۔ دو دن پہلے میرا انٹرویو تھا۔ اگلے ہفتے سے مجھے جوائن کرنا ہے۔"

ناول کلب
Clubb of Quality Content

ردا گیلی آنکھوں کے ساتھ مسکراتے ہوئے بولی "یہ تو سچ ہے کہ یہ محل ہم برباد لڑکیوں کو ایک موقع اور دیتا ہے زندگی سنوارنے کا۔ بیگم سلطانہ صاحبہ اور جانم بی بہت نیک نیتی سے لڑکیوں کی حفاظت کرتی ہیں۔"

افشین "ہاں ہم لڑکیاں یہاں کتنی محفوظ ہیں باہر کوئی نہیں جانتا۔ تاشہ تمہیں تو اچھی جگہ پر نوکری بھی مل گئی پھر تم کیوں اداس ہو اتنی؟"

تاشہ "ایک گھر کو میں چھوڑ کر آئی تھی۔ ایک گھر مجھے چھوڑ رہا ہے۔ میری نوکری کنفرم ہونے کے بعد جانم بی نے مجھے اپنے پاس بلایا تھا۔"

راحیلہ "تو انھوں نے کیا کہا کہ یہاں سے چلی جاو۔"

تاشہ "نہیں انھوں نے مجھے کہا کہ بیگم صاحبہ نے بلایا ہے۔"

ردا نے بہت تجسس بھرے انداز میں پوچھا "مطلب تم بیگم نایاب سلطانہ گوہر سے ملوگی۔ کیا سچ میں وہ ملتی ہیں کسی سے؟"

تاشہ راحیلہ کی طرف دیکھتے ہوئے "ملوں گی نہیں مل چکی ہوں۔"

رداوراِفشین دونوں اکٹھی بولیں" کیسی دکھتی ہیں وہ؟ کیسے بات کرتی ہیں وہ؟"

"وہ تو نایاب محل میں رہتی ہیں نا؟"

" کیسا ہے وہ محل؟"

" کیا بہت غصے والی ہیں؟"

تاشہ جس کی آنکھوں میں مسلسل نجانے کہاں سے آنسو آرہے تھے مسکراتے ہوئے بولی

۔۔"اتنے سوال ایک ساتھ۔۔۔""باری باری جواب دیتی ہوں سب سوالوں کے"

"ایک خواب جیسی۔بہت گہری،بہت خاموش، تحمل مزاج،بلکل ناریل کے جیسی باہر

سے بہت سخت اور اندر سے بہت نرم۔میں تو ان کے چہرے کی طرف دیکھ ہی نہیں

پائی۔نظریں جھکا کر بیٹھی رہی۔"

سب خاموشی سے سن رہے تھے۔

"رہتی تو ہم سب بھی محل میں ہی ہیں۔۔ہمارا محل تو ان کے محل سے بہت بڑا اور زیادہ

خوبصورت ہے۔۔ لیکن ہم سب محل میں رہ کر بھی شہزادیاں نہیں لگتیں۔۔انھیں دیکھ کر یقین ہو جاتا ہے کہ وہ ملکہ ہیں اور انھیں محل میں رہنا چاہیئے۔۔ان کی جیسی شخصیت ہے دنیا کا کوئی بھی محل ان کی شان کے مطابق نہیں شائد۔"

راحیلہ "بہت قسمت والی ہو تم کہ تم نے انھیں دیکھا۔ان سے بات کرنے کا موقع ملا تمہیں ۔۔۔پھر کیا کہا انھوں نے؟"

"انھوں نے سب سے پہلے میرے سر پر پیار دیا اور پھر بولیں"ہمارے غلط فیصلے اور غلط لوگوں پر بھروسہ ہمیں آسمان کی بلندیوں سے گرا کر زمین کی عمیق گہرائیوں میں پھینک دیتا ہے۔ہم آسمان سے گر کر زمین میں دھنسنے تک اسی گمان میں رہتے ہیں کہ ہم پرواز کی طاقت رکھتے ہیں۔ جبکہ ہم اپنے پنکھ تو خود اپنے ہاتھوں سے نوچ کر پھینک چکے ہوتے ہیں۔ بھرم سے حیقیقت تک کا سفر چند پلوں کا ہی ہو چاہے اسکا نقصان عمر بھر پورا نہیں ہوتا۔"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

ردا "بلکل صحیح کہا انھوں نے۔"

"بیگم صاحبہ نے کہا زندگی ایک پہیلی ہے۔ الجھی ہوئی، بگڑی ہوئی۔ جتنی آسان نظر آتی ہے اتنی ہی گہری اور مشکل۔ اسے صحیح طرح گزارنے کے لئے کہیں دل سے اور کہیں دماغ سے کام لینا ہوتا ہے۔ ہمیں رب تعالی نے اتنی صلاحیت دی ہے کہ ہم مشکل سے وقت پر بھی بہترین فیصلہ کر سکیں"

افشین "ایسا ہی ہے ہر بار نہ تو دماغ صحیح ہوتا ہے اور نہ دل۔ بس ہمیں جانچنا آنا چاہیئے کہ کب دل کی سنیں اور کب دماغ کی مانیں۔"

تاشہ بولی۔۔۔ "بیگم صاحبہ نے یہ بھی کہا" کبھی بھی غلط راستہ منزل کی طرف نہیں جاتا۔ غلط راستہ ہمیشہ بھٹکا دیتا ہے۔ منزل پر پہنچنا چاہتی ہو تو صحیح راستے کا انتخاب کرنا۔ راستہ چاہے کٹھن اور لمبا ہو مگر صحیح ہونا اس کی شرط ہے ورنہ منزل نہیں ملے گی عمر بھر راستوں کی خاک چھانتی پھرو گی۔ ایک بار اپنی زندگی اپنے ہاتھوں برباد کر چکی ہو قسمت کی دھنی ہو کہ زندگی نے تمہیں دوسرا موقع دیا ہے۔ ممکن ہے یہ آخری موقع ہو۔ اب غلطی کی کوئی گنجائش باقی

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

نہیں۔ ہر قدم سوچ سمجھ کر اٹھنا۔ تمہیں یہ سب اس لئے سمجھا رہے ہیں ہم کہ تمہارا اور اس محل کا ساتھ اتنا ہی تھا۔"

بیگم سلطانہ صاحبہ اتنا کہہ کر چپ ہو گئیں تو جانم بی بولیں "بیگم سلطانہ کے کہنے پر میں نے کالج کے ساتھ موجود وومن ہاسٹل میں تمہارے رہنے کا بندوبست کر دیا ہے۔ سال بھر کا کمرے کا کرایہ، کھانے پینے کا کچھ ضروری سامان اور ضروریات زندگی کی دوسری کچھ اشیاء وہاں پہنچادی گئیں ہیں۔ اب سے اپنی باقی کی تعلیم اور زندگی گزارنے کے اخراجات تم خود اٹھاوگی۔ اب تک تم نے زندگی سے بہت کچھ سیکھ لیا ہو گا۔"

افشین "بیگم سلطانہ ہم کہہ کر بات کرتی ہیں کیا اور تم کچھ بولی نہیں۔ اگر تم یہاں رہنا چاہتی تھی تو انھیں کہتی۔"

"میں نے تمہیں پہلے ہی بتایا تھا کہ وہ ملکہ ہیں اور ملکہ ہماری طرح بات کب کرتی ہیں۔۔ وہ ہم ہی کہتی ہیں اور اتنی میٹھاس اور رعب ہے ان کے لہجے میں کہ یقین ہو جاتا ہے کسی شہزادی کے روبرو کھڑے ہیں۔

بیگم سلطانہ کی شخصیت ہی اتنی سحر انگیز ہے کہ جب وہ بات کر رہی ہوں تو الفاظ زبان کا ساتھ نہیں دیتے اور میں کہتی بھی تو کیا۔۔۔؟"

"مجھے اس محل نے اس قابل تو بنا دیا ہے نا کبھی کسی پر بوجھ نہ بنوں۔ مجھے بیچ راستے پر بے یار و مددگار تو نہیں چھوڑا۔ انگلی پکڑ کر منزل پر پہنچا دیا ہے۔"

بیگم سلطانہ صاحبہ نے کہا کہ "ہمارا تمہارا ساتھ یہیں تک کا تھا۔ زندگی تمہاری ہے۔ اب آگے کا سفر تمہیں خود اکیلے کرنا ہے۔"

راحیلہ "ہاں۔۔۔ بات تو ٹھیک ہی کہی ہے۔ یہاں تو آئے دن کوئی نیا لڑکا یا لڑکی پہنچ جاتے ہیں۔ ان کی ذمہ داری بھی تو نبھانی ہے اس محل نے۔"

تاشہ "جب ان کی بات مکمل ہو گئی تو جانم بی نے مجھے کہا کہ "بیگم سلطانہ صاحبہ نے کچھ رقم دی ہے تمہیں دینے کے لئے تم کل اپنا بینک اکاوئینٹ کھلوا لینا رقم میں اس میں ڈال دوں گی۔" پھر مجھے چلنے کا اشارہ کیا۔

ردا "تم نے بیگم سلطانہ سے کوئی بات نہیں کی۔"

"نہیں میرا دل کیا کہ میں آگے بڑھ کر ایک بار ان کے گلے لگ جاوں۔"

افشین "پھر؟"

"میں دو قدم آگے بڑھی لیکن جیسے زمین نے میرے پیر جکڑ لئے۔ بیگم سلطانہ صاحبہ کرسی پر بیٹھی تھیں۔ میں دو قدم واپس پیچھے چلی اور انھیں بیٹھی کو ہی گلے لگالیا۔" تاشہ نے بتایا۔

"انھوں نے تمہیں ڈانٹا تو نہیں اس حرکت پر؟" راحیلہ نے پوچھا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

تاشہ "نہیں۔۔"

"بلکل نہیں۔۔۔"

"بلکہ وہ کھڑی ہو گئیں اور انھوں نے مجھے ایک ماں کی طرح زور سے گلے لگایا۔ میرے ماتھے پر چوما اور بولیں "انسان کی پہچان اس کے کردار سے کرنا۔۔ نہ کہ چکنی چوپڑی باتوں سے۔"

اس کے بعد میں جانم بی کے ساتھ ان کے کمرے سے باہر آ گئی۔

راحیلہ نے خبر دیتے ہوئے بتایا "تم لوگوں کو پتا ہے کیا ہر سال اس محل کی دس لڑکیوں کی شادی بھی بیگم صاحبہ کرواتی ہیں اور جو بات خاص ہے وہ یہ کہ بہت اچھے گھروں میں کرواتی ہیں۔ آج تک ایک بھی لڑکی کو کوئی مسئلہ پیش نہیں آیا اپنے سسرال میں۔"

ردا" تمہیں کیسے پتا یہ سب؟"

"وہ میری دوست تھی ناحنا جو ہر وقت میرے ساتھ ہوتی تھی۔ اس کی پچھلے سال شادی ہوئی تھی۔ اس نے کل کال کی تھی محل کے نمبر پر جو فون ریحانہ بی کی نگرانی میں پڑا ہوتا ہے۔ کافی دیر مجھ سے بات کی۔ بہت خوش ہے اور بہت جلد ایک بچے کی ماں بن جائے گی۔"

ردا اور افشین ایک ساتھ بولیں "ماشاءاللہ"

"بیگم سلطانہ واقعی سلطانہ ہیں۔ دلوں کی سلطنت پر راج کرتی ہیں۔" تاشہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

چاروں کی نم آنکھیں اب مسکرا رہیں تھیں۔ جیسے چاروں ہی مستقبل کے سہنرے خواب جاگتی آنکھوں سے دیکھ رہی ہوں۔ ایک دم سے نائلہ آپا کی آواز نے سب کو اپنی طرف متوجہ کیا

"لڑکیوں چلو ناشتے کا وقت ہو رہا ہے، ختم کرو واک اور منہ ہاتھ دھو کر کپڑے بدلو اور ناشتے پر آجاو۔"

****

اٹھ میری جان میرے ساتھ ہی چلنا ہے تجھے

قدر اب تک تیری تاریخ نے جانی ہی نہیں

تجھ میں شعلے بھی ہیں بس فشانی ہی نہیں

تو حیقیقت بھی ہے دلچسپ کہانی بھی

تیری ہستی بھی ہے اک چیز، جوانی ہی نہیں

اپنی تاریخ کا عنوان بدلنا ہے تجھے

اٹھ میری جان میرے ساتھ ہی چلنا ہے تجھے

بیگم نایاب سلطانہ گوہر کی شخصیت ایسی تھی کہ جو ایک بار دیکھے ان کا دیوانہ ہو جائے۔ چالیس بیالیس سال کی، ہلکا گندمی رنگ، موٹی موٹی گہری سہنری اداس مگر بولتی آنکھیں، ان پر لمبی لمبی گھنی پلکوں کی چھاوں، کالے ریشم جیسے بال۔ پانچ فٹ آٹھ انچ قد پر چوڑی جسامت مگر بلکل سمارٹ ہونٹوں پر ہلکی ہلکی گہرے راز کی طرح پھیلی مسکراہٹ۔ بہت کم بولنا مگر جب بھی بولنا دھیمے لہجے میں کانوں میں شیرنی گھولتی آواز کہ سننے والا صرف بات نہ سنے بلکہ اس کو ماننے پر بھی مجبور ہو جائے۔ اس سب کے برعکس جب وہ غصے میں آتیں تو سامنے والے کو ایسے چپ کروا دیتیں جیسے وہ پیدائشی گونگا ہو۔ ایسی نڈر اور بے باک خاتون کہ کچھ بھی کر گزرنے کی ہمت رکھتیں تھیں۔ اپنی زبان اور فیصلے پر مضبوطی سے کھڑی رہنے والی۔

بیگم نایاب سلطانہ گوہر کے کمرے تک رسائی کسی کو حاصل نہ تھی۔ دو ہی لوگ تھے جو ان کے کمرے میں جا سکتے تھے ایک جانم بی اور دوسری ان کی خاص ملازمہ فرح بی۔

بیگم سلطانہ سنگار میز کے سامنے کھڑی گہری سوچ میں گم تھیں جب جانم بی نے ان کے کمرے کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ دو مرتبہ دروازہ کھٹکھٹانے پر بھی جب بیگم سلطانہ کی آواز نہیں آئی تو جانم بی سمجھ گئیں کہ بیگم سلطانہ کسی گہری سوچ کا شکار ہیں۔ وہ بنا اجازت کے ہی کمرے میں داخل ہو گئیں۔

****

کسی عورت نے اسے زور سے بالوں سے کھینچ کر اسکا سر کانچ کے میز پٹخ دیا۔ اسکے ناک اور ہونٹ بہت بری طرح زخمی ہو گئے۔ خون کا ایک فوارہ ناک سے نکلا اور میز خون خون ہو گیا۔ ہونٹ پر بھی بہت گہری چوٹ آئی اور خون بہنے لگا۔ اسے اس وقت بھی اپنی بیٹی کی فکر تھی۔ آستین سے ناک اور ہونٹ سے بہتا خون صاف کر کے بولی "چاچی امی میں کاغذات پر دستخط انگوٹھے لگا رہی ہوں۔ آپ کی ہر بات ماننے کو تیار ہوں آپ بس شیزہ کو مت ماریں۔ اسے کھول کر دادی کے پاس جانے دیں۔"

Clubb of Quality Content

کمرے میں بہت زور سے قہقہہ گونجا لیکن اس میں اتنی سکت نہیں تھی کہ پیچھے مڑ کر دیکھتی۔ پاس کھڑی عورت نے دوبارہ اسکے بال پوری طاقت سے پکڑے اور اس کے سامنے کاغذات، قلم اور سیاہی پیڈ رکھ دیا گیا۔ وہ بنا پڑھے باری باری دستخط اور انگوٹھے لگانے لگی۔ سامنے کھڑے مرد نے کاغذات اٹھا کر سب کو اچھی طرح دیکھا اور زوردار قہقہہ لگا کر بولا

"آخر ہم جیت ہی گئے "

کمرے میں موجود بوڑھی عورت جو مسلسل رو رہی تھی بولی "ظالموں سب تو تمہاری مرضی کے مطابق ہو گیا ہے۔ اب تو چھوڑ دو میرے پوتے کی بیوی اور بیٹی کو۔ "

مردانہ بہت بھاری آواز میں کوئی بولا "ہم نے اس کچرے کا اب کیا کرنا ہے۔ ملازموں کو کہہ کر انھیں باہر پھینکواو۔ "

اسے اپنے بہتے خون سے کوئی غرض نہیں تھی۔ وہ تو لڑکھڑاتی گرتی اٹھی تاکہ اپنی بیٹی کو گود میں لے کر پیار کر سکے۔ نسوانی آواز آئی "نذیرہ ان دونوں ماں بیٹی کو گیٹ سے باہر پھینک دو۔ "

اس سے پہلے کہ نذیرہ آگے بڑھتی بوڑھی لرزتی آواز گڑگڑاتے ہوئے منت کرنے لگی

"فیروز خان اتنے ظالم مت بنو۔ بہت رات ہو گئی ہے۔ اس گھر کی عزت ہے یہ۔ اس کا تو کوئی آگے پیچھے بھی نہیں۔ ماں باپ مر چکے ہیں۔ بھائی بہن کوئی ہے نہیں جن کے پاس چلی جائے۔ شام ہو گئی ہے۔ کل صبح چلی جائے گی۔ ایک رات کی بات ہے۔ رات اسے اس چھت کے نیچے گزار لینے دے۔"

صوفے پر بیٹھا تنویر خان بولا "فیروز لالہ رات گزارنے دے اسے ہمیں اب اس سے کوئی خطرہ نہیں۔"

فیروز "ٹھیک ہے بڑھیا" تیرے کہنے پر اسے اجازت دے رہا ہوں لیکن بس آج کی رات۔ کل مجھے اس کی شکل نہ تو اس گھر میں نظر آئے اور نہ ہی پشاور کے کسی بھی اور حصے میں۔ یہاں تک کہ اگر یہ اپنے تائے کے گھر بھی گئی تو اپنی دونوں اولادوں کی موت کی ذمہ دار یہ خود ہوگی۔"

عاقب خان کی دادی بولی "فیروز میں تیری بڑی احسان مند ہوں۔ صبح دونوں ماں بیٹی ہمیشہ

ہمیشہ کے لئے یہ گھر ہی نہیں پورا علاقہ چھوڑ کر چلی جائیں گی۔"

بوڑھی آواز نے اپنی خاص ملازمہ سکینہ کو آواز دی کہ "ان دونوں کو سہارا دے کر کمرے میں لے جاو۔ مرہم پٹی کرو پھر کھانا کھلا کر دوا دو۔"

سکینہ "جی دادی صاحبہ" کہہ کر اسے اور اس کی بیٹی "شیزہ" کو سہارا دے کر اٹھنے میں مدد کرنے لگی۔ شیزہ تو بہتر حالت میں تھی لیکن اسے اٹھنے میں کافی دقت ہوئی۔ دور سے ایک نسوانی آئی۔ "اس بڑھیا کی ویل چئیر بھی انھیں کے کمرے میں لے جاو۔ کچھ دیر اپنی بہو پوتی سے بات کر لے۔ اس کے بعد تو کبھی ملاقات ہو گی نہیں۔ پھر ساتھ میں سوالیہ انداز میں پوچھا "بڑھیا کیا تو بھی اپنی بہو پوتی کے ساتھ جانا چاہتی ہے؟"

بوڑھی عورت روتے ہوئے بولی "میں چار پل کی مہمان ہوں۔ اپنے پیروں پر تو چل نہیں سکتی۔ مجھے میری زندگی کے آخری دن میرے شوہر کے گھر میں گزارنے دو۔"

سب ادھر ادھر بکھر گئے۔

****

جانم بی نے گلے کو کھنکارہ تا کہ بیگم سلطانہ کو ان کی موجودگی کا پتا چل جائے۔ بیگم سلطانہ نے سنگار میز کے شیشے میں جانم بی کا عکس دیکھ کر بنا پیچھے مڑے آنے کی وجہ پوچھی۔ جانم بی بیگم سلطانہ کو اتنی گہری سوچ میں دیکھ کر جان گئی تھیں کہ وہ کسی بات کو سوچ کر اداس ہیں ۔اپنے آنے کا مقصد بیان کرنے کی بجائے جانم بی ان کا دھیان ہٹانے کے لئے بولیں

"ماشاءاللہ خدا نے آپ کو بے تحاشہ خوبصورتی سے نوازا ہے۔ جوان لڑکیاں تیار ہو کر بھی آپ کی سادگی کا مقابلہ نہیں کر سکتیں۔"

Clubb of Quality Content

بیگم سلطانہ نے بناوٹی مسکراہٹ اپنے خوبصورت گلابی ہونٹوں پر سجائی اور ایک نظر سنگار میز کے شیشے میں اپنے سراپے پر ڈالی۔ وہ واقع ہی بنا میک اپ کے اس عمر میں بھی کسی کو بھی اپنے حسن کا اثیر کر سکتی تھیں۔ خود کے حسن کو ایک لمحہ کے لئے انھوں نے سراہا اور ساتھ ہی دوسرے لمحے ان کے چہرے پر اداسی چھا گئی۔ سنگار میز کے سامنے سے ہٹ کر

کمرے میں رکھی مخملی روکنک چیئر پر بیٹھتے ہوئے لمبی گہری سانس لی اور پھیکی مسکراہٹ ہونٹوں پر لاتے ہوتے بولیں "بچپن میں سنا تھا خدا جسے حسن بخشتا ہے اسے بخت نہیں دیتا اور جسے خوبصورت بخت سے نوازتا ہے اسے حسن سے محروم رکھتا ہے۔ آہ کاش۔۔۔ کاش خدا نے ہمیں حسن کی جگہ بخت سے نوازا ہوتا۔"

بیگم سلطانہ کی بات پر جانم بی کی آنکھیں نم ہو گئیں۔ جانم بی یہ تو نہیں جانتی تھیں کہ نایاب سے بیگم نایاب سلطانہ گوہر تک کا سفر کس طرح طے کیا ہے مگر اتنا اندازہ تھا کہ ننگے پاوں کانٹوں پر چل کر پہنچی ہوں گی۔ جانم بی کی آنکھوں میں نمی دیکھی تو بیگم سلطانہ گوہر گلے کو کھنکارتے ہوئے بولیں "آپ ہمارے لئے اتنا اداس نہ ہوں۔ ماضی بہت پیچھے چھوڑ آئیں ہیں ہم اور پیچھے مڑ کر دیکھنے والے پتھر کے ہو جاتے ہیں تو بہتر ہے آگے کی طرف دیکھ کر چلا جائے۔"

بیگم سلطانہ کمال کا ضبط رکھتی تھیں۔ آج تک بیگم سلطانہ کا ماضی کیا ہے کوئی بھی نہ جان سکا۔ جانم بی نے اپنی آنکھوں سے باہر آتے آنسوؤں کو آنکھوں میں نہ صرف روک لیا بلکہ

خشک کر لیا۔ بیگم نایاب سلطانہ گوہر جانم بی کی طرف دیکھ کر بولیں "یقیناً آپ اس وقت کسی بہت ضروری کام سے ہی ہمارے کمرے میں آئی ہوں گی تو وہ کیا کام تھا ذرا یاد کر کے بتائیے"

جانم بی نے خود کو بلکل نارمل کرتے ہوئے کہا "عشبہ کی فلم کی بات جس پروڈیوسر، ڈاریکٹر سے چل رہی تھی آج ان سے ملاقات ہے شام چار بجے۔"

"آپ اپنے ساتھ پھپھل میاں کو بھی لیتی جانا۔"

"کیا عشبہ ساتھ نہیں جائے گی؟"

"پہلے آپ اور پھپھل میاں کہانی سن لیں۔ پیسوں کے اور باقی سب معاملات طے کر لیں۔ جب سب معملات طے یو جائیں گے تو ڈاریکٹر، پروڈیوسر کو اچھا سا عشائیہ دیجئے وہیں ان کی ملاقات عشبہ سے کرواد یجئے گا۔ اب محل کی لڑکی جب ڈاریکٹر یا پروڈیوسر سے ملے تو اپنی شان کے حساب سے ملنی چاہیئے۔"

"بیگم صاحبہ کیا آپ نہیں ملیں گی ڈاریکٹر اور پروڈیوسر سے؟"

"نہیں۔۔۔"

"ہمیں معلوم ہے کہ یہ سب معملات آپ بہت اچھے سے سنبھال لیں گی اور پھپھل میاں ہوں گے آپ کے ساتھ۔"

"جیسے آپ کو مناسب لگے۔۔۔ بیگم صاحبہ" جانم بی بولیں۔

"جانم بی۔۔۔!!"

"جی۔۔۔ فرمایئے۔۔"

"جانم بی۔۔اس بات کا بہت خیال رہے کہ کہانی بہترین ہونی چاہیئے اور عشبہ صرف نام کی ہیروئن نہ ہو بلکہ فلم میں اسکا کردار بہت مضبوط ہونا چاہیئے۔"

"فلم کی پرموشن کی بات بھی طے کر لیجیئے گا۔"

"آپ بے فکر رہیں بیگم صاحبہ۔۔۔ میں جانتی ہوں پہلی فلم ہی عشبہ کے مستقبل کا فیصلہ کرے گی۔"

"جانم بی۔۔ ہر انسان کو اپنی زندگی کا فیصلہ کرنے کا پورا حق ہے۔اس نے ہیروئن بننا چاہا۔

ہم بنا رہے ہیں۔ پہلی فلم تک ہم ساتھ دیں گے۔ اس کے بعد اسے اپنا سفر خود ہی طے کرنا ہے۔ یہ بات اسے واضع کر دیجئے گا۔"

"جی بیگم صاحبہ۔۔ وہ یقیناً یہ بات جانتی ہو گی مگر اسے دوبارہ بتا دوں گی۔"

بیگم نایاب سلطانہ گوہر رو کنگ چئیر سے اٹھ کر ایک بار پھر کمرے میں لگے قد آدم شیشے کے سامنے کھڑی تھیں۔ انھوں نے ایک بار پھر خود کو آئینہ میں دیکھ کر جیسے خاموش نظروں سے آئینے سے سوال کیا "ہم کیا واقع ہی اس عمر میں بھی حسین ہیں؟"

آئینے نے مسکراتے ہوئے اسی خاموشی سے سرگوشی کی "تم کوئی معمولی عورت نہیں۔ تمہارے غموں نے تمہیں نکھار دیا ہے۔ تمہارا نام ہی تمہیں سب سے منفرد بناتا ہے۔

"نایاب سلطانہ گوہر" حسن تم پر ختم ہو جاتا ہے۔ تم جو بھی پہنو گی حسین ہی لگو گی۔"

بیگم سلطانہ آئینے کے جواب پر مسکرا دیں اور جانم بی سے کہا "فرح بی سے کہیں ہمارے کپڑے نکال دے۔"

"کیا آج کہیں جانے کا ارادہ رکھتیں ہیں آپ؟"

"نہیں۔۔ آج ہم کچھ وقت خود کے ساتھ گزارنا چاہتے ہیں۔باغ میں پودوں کی کانٹ چھانٹ دیکھے اور پرندوں سے ملے کافی دن ہو گئے۔کچھ وقت وہاں گزارنا چاہتے ہیں ہم۔"

جانم بی نے اثبات میں سر ہلایا اور چلی گئیں۔

تم نے دیکھا ہے کبھی بددعاوں کے زیر اثر لڑکی کو؟؟

جس کی آنکھوں میں اترنے والے خواب

کبھی تعبیر نہیں پاتے۔۔۔۔

وہ جس کے خیال، جس کے خواب

کبھی مجسم شکل اختیار نہیں کرتے۔۔۔۔

وہ جس کے چہرے پہ آنے والی مسکان کی عمر

بہت چھوٹی ہوتی ہے۔۔۔۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

وہ جس کی آنکھیں مسکان کے ساتھ ہی

چھلکنے کو بیتاب رہتی ہیں۔۔۔۔

تم نے دیکھا ہے ایسی لڑکی کو؟؟؟

جس کی زندگی میں خوشیاں

زیادہ دیر نہیں ٹھہرتیں۔۔۔۔

وہ جس کی دعاوں میں آجانے والے لوگ

اس کی زندگی سے ہی چلے جاتے ہیں۔۔۔۔

کیا تم نے دیکھا؟۔۔۔۔

دیکھا ایسی لڑکی کو؟؟۔۔۔۔

ہاں!!

میں نے دیکھا ہے اسے

جس کے خواب تک بکھر چکے تھے۔۔۔۔

Clubb of Quality Content

جسے راستے میں راہزن لوٹ لیتے ہیں۔۔۔۔

جسے اپنے بیچ رشتے میں چھوڑ دیتے ہیں۔۔۔۔

وہ جس سے موت بھی منہ موڑ لیتی ہے۔۔۔۔

(فاطمہ ملک)

محل میں ہر طرف چہل پہل تھی ناشتے کے بعد لڑکیاں اپنے اپنے کمروں کی طرف چل دیں۔ نمرہ ناشتے کے بعد اپنے کمرے میں جانے کی بجائے عشبہ اور ثمن کے پاس ان کے کمرے میں آگئی۔ ثمن کے بی اے کے امتحانات قریب تھے۔رات بھر جاگ کر تیاری کرنے کی وجہ سے وہ کافی تھک گئی تھی۔اسی لئے ناشتہ کرنے بھی نہیں گئی۔وہ تو سکون کی نیند سو رہی تھی۔ جبکہ عشبہ صوفے پر آنکھیں بند کر کے بیٹھی تھی۔ نمرہ کی آواز پر اس نے آنکھیں کھول کر پوچھا "کیا ہوا نمرہ؟ کیا کچھ چاہیئے ہے؟

نمرہ سوالیہ انداز میں "سنا ہے جانم بی اور پھپھل میاں آج تمہارے لئے ملک کے سب سے مشہور ڈاریکٹر اور پروڈیوسر سے ملنے جارہے ہیں۔ فلم کے تمام معملات طے کرنے۔"

عشبہ سیدھی ہو کر بیٹھ گئی اور نمرہ کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولی"ہاں جانتی ہوں۔ میں نے ہی فلم میں کام کرنے کی خواہش کا اظہار کیا تھا۔"

نمرہ"تم فلموں میں کام کیوں کرنا چاہتی ہو۔ مطلب یہ کوئی اتنا معتبر پیشہ نہیں۔"

عشبہ اٹھی اور الماری میں کچھ ڈھونڈتے ہوئے بولی"میں چودہ پندرہ سال کی تھی جب یہاں آئی تھی اور تب سے مجھے فلم میں ہیروئن بننے کا شوق ہے۔"

نمرہ"تم خود آئی تھی یہاں؟"

عشبہ نے الماری سے گردن باہر نکالی اور بولی"ہاں میں خود آئی تھی یہاں۔"

نمرہ نے حیرت سے عشبہ کو دیکھا جیسے پوچھ رہی ہو"مگر کیوں؟"

اس سے پہلے نمرہ کچھ بھی اور پوچھتی عشبہ الماری بند کر کے نمرہ کے سامنے صوفے پر بیٹھتے ہوئے دیوار پر لگی خوبصورت سی پینٹنگ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولی"تمہیں اس پینٹنگ میں بنے آرٹ کی سمجھ آتی ہے کیا؟"

نولز کلب Clubb of Quality Content

نمرہ کو عشبہ کی ذہنی حالت پر شک ہونے لگا۔ اس نے عشبہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا

"میرے سوال کا اس مختلف رنگوں سے آڑی ترچھی اور بے ڈھنگی لکیروں سے کیا لینا دینا۔"

عشبہ نے اپنی بالوں کی لٹ کو پیچھے کرتے ہوئے گہری سانس لی اور بولی" سمجھو دنیا ایک کینوس ہے اور ہم سب اس پر موجود مختلف رنگوں میں کھینچی گئی آڑی ترچھی اور بے ڈھنگی لکیریں ہیں۔"

نمرہ نے بات نا سمجھتے ہوئے پوچھا "میں تمہاری بات سمجھی نہیں۔"

عشبہ جو مسلسل پینٹنگ کی طرف دیکھ رہی تھی بولی "جس طرح تمہیں اس کینوس پر بنی پینٹنگ کی کچھ سمجھ نہیں آ رہی مگر بنانے والے کے دماغ میں کچھ بہت خاص تھا جو اس نے کینوس پر اتارا اور خریدنے والے کو بھی سمجھ میں بھی آیا اور پسند بھی۔ تب ہی اس نے خریدی مگر ہم عام نظر سے دیکھنے والے بس اسے عام سی آڑی ترچھی لکیریں ہی جانتے ہیں۔

بلکل کینوس کی طرح یہ محل ہم سب الجھی بکھری لڑکیوں کی پناہ گاہ ہے۔ اکثر ہمیں خود بھی سمجھ نہیں آتی اپنی زندگی کی الجھنوں کی تو کسی بھی دوسرے کو کیسے سمجھ آئے گی۔

نمرہ کو اب بھی اس کی بات بلکل سمجھ نہیں آئی تھی اس نے اپنا سوال دوبارہ دہرایا "تم خود کیوں آئی یہاں وہ بھی چودہ پندرہ سال کی عمر میں؟"

عشبہ نے نظریں پینٹنگ سے ہٹائیں اور نمرہ کی طرف دیکھتے ہوئے گہری سانس لیتے ہوئے بولی "میرے ابا رکشہ ڈرائیور تھے۔ بہت کم آمدن تھی۔ میری امی بہت سلیقہ شعار خاتون تھیں۔ ابو کے دیئے بہت تھوڑے سے پیسوں میں چھ بچوں، دادی کا خرچ چلانا مشکل ہی نہیں ناممکن ہوتا تھا۔ اسی لئے میری امی فرصت کے لمحات میں لوگوں کے کپڑے سلائی کرتیں۔ ان کے ہاتھ میں بہت صفائی تھی تو محلے کے بلکہ دور دراز کی بیگمات بھی انھیں کپڑے سلائی کے لئے بھیج دیتیں تھیں۔ اس طرح ہمارا گزر بسر چل جاتا۔ میرے ابو کو نشے کی عادت تھی۔ مجھے یہ تو یاد نہیں کہ انھیں یہ عادت کب لگی مگر مجھے اتنا یاد ہے کہ میرے بچپن سے ہی وہ جب بھی گھر آتے نشے میں دھت ہوتے اور امی کو خرچہ مانگنے پر بہت

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

مارتے۔ وہ کچھ کما کر لائیں یا نہ لائیں مگر اپنے نشے کا سامان ضرور خرید کر لاتے جس کی وجہ سے آئے دن گھر میں جھگڑا ہوتا۔ ابو زبان سے کم بولتے اور ہاتھ زیادہ چلاتے تھے۔ روز ہی نشے کی حالت میں پہلے امی کو مارتے اور پھر طلاق دے دیتے۔ اس کے بعد اپنی ہوس مٹانے کے لئے امی کے ساتھ زبردستی کرتے۔ میری دادی کہتیں کہ "غصے اور نشے میں دی گئی طلاق، طلاق نہیں ہوتی۔ ہم یہی سب دیکھتے بڑے ہوئے۔"

نمرہ خاموشی سے عشبہ کی بات سن رہی تھی۔ عشبہ کچھ دیر کے لئے رکی اور پھر سے بات شروع کرتے ہوئے بولی "اب میں کافی جوان ہو چکی تھی مطلب چودہ پندرہ سال کی تھی میں۔ امی کے ساتھ گھر کے کاموں کے بعد سلائی بھی کرواتی۔ ہم سب اب اتنے بڑے تھے کہ طلاق اور ہمبستری کا مطلب اب بہت اچھے سے سمجھتے تھے۔ نہ صرف مجھے بلکہ مجھ سے بڑے بھائیوں کو بھی بہت برا لگتا جب ابو امی کو مارنے کے بعد طلاق دیتے اور پھر انھیں زبردستی کھینچ کر کمرے میں لے جاتے۔

ایک دو بار بڑے دونوں بھائیوں نے ابو کو روکا بھی جس پر ابو نے امی کو اور مارا کہ تمہاری تربیت ہے کہ "تم میرے ہی گھر میں میری کمائی پر سانپ پال رہی ہو جو اپنے ہی باپ کا ہاتھ روکتے ہیں۔"

گرمیوں کے دن تھے۔ رات کا وقت تھا۔ لائیٹ بھی حسب معمول گئی ہوئی تھی۔ ہم سب گھر والے باہر صحن میں چارپائیوں پر لیٹے لائیٹ کے آنے کا انتظار کر رہے تھے کہ لائیٹ آئے تو کھانا کھایا جائے۔ اتنے میں ابو کی کسی بات پر دادی سے بحث ہو گئی اور دادی نے بات بدلتے ہوئے امی کی بے جا شکایتیں لگانا شروع کر دیں۔ امی جو اندھیرے میں بھی روٹیاں پکانے میں مصروف تھیں۔ ابو نے انھیں اونچی اونچی گالیاں دیتے ہوئے طلاق دے دی۔ ابو کو غصہ تو دادی پر تھا مگر وہ نکال امی پر رہے تھے۔ امی خاموشی سے روٹیاں پکاتی رہیں البتہ ہمیں ان کی سسکیوں کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ ابو کا جب گالیوں سے بھی دل نہیں بھرا تو انھوں نے اٹھ کر امی کو مارتے ہوئے گھر سے زبردستی باہر نکالنے کی کوشش کی کہ نحوست پھیلا رہی ہے میرے گھر میں۔

میرا تیسرے نمبر کا بھائی جو میکینک کا کام سیکھ رہا تھا اس نے ابو کو روکنے کی کوشش کی تو ابو نے اسے بھی پاس پڑی اسٹیل کی بالٹی دے ماری۔ اس وقت گھر کا ماحول بہت ٹینس ہو گیا۔ امی جن کے گال اور ہونٹ پھٹ چکے تھے اور ناک سے خون بہہ رہا تھا خود کو بھول کر بھائی کو دیکھنے لگیں۔ جس کا بالٹی زور سے لگنے کی وجہ سے سر پھٹ گیا تھا۔ چوتھے نمبر کا بھائی جو پینٹ کا کام سیکھ رہا تھا اس نے ابو کو زور سے دھکا دیا اور ابو چارپائی پر گر گئے۔

"نمرہ نے فکر مندی کے انداز میں پوچھا" تمہاری امی اور بھائی؟؟"

عشبہ کی آنکھیں آنسوؤں سے نم ہو گئیں خود کو سنبھالتے ہوئے بولی" گھر میں اتنا شور و غل مچا لائیٹ بھی نہیں تھی۔ محلے والے اکٹھے ہو گئے۔ بھائی اور امی کو نزدیکی سرکاری ہسپتال لے گئے۔ وہاں ان دونوں کو بوتل لگی اور مرہم پٹی کے بعد گھر بھیج دیا۔ فجر سے کچھ دیر پہلے میری امی کے رونے کی آواز کی وجہ سے آنکھ کھلی۔ ابو امی کو زبردستی کمرے میں کھینچ کر لے جا رہے تھے۔ میں نے بھائی کو ہلا کر جگایا۔ چاروں بھائی مجھ سے بڑے تھے۔ بڑے

دونوں بھائی تو ابو کے رویے اور گھر کے حالات کی وجہ سے دو دو ماہ بعد گھر آتے تھے۔ وہ دونوں جوتوں کی فیکٹری میں لگے ہوئے تھے۔ وہیں انھیں رہائش ملی ہوئی تھی نہ وہ گھر کوئی پیسہ دیتے تھے اور نہ گھر کے کسی معاملے میں مداخلت کرتے تھے۔ خیر بھائی نے ابو کو امی کو اس طرح کھینچنے سے روکا اور غصے میں بولا کہ "ابو تو امی کو سب کے سامنے طلاق دے چکا ہے۔ وہ پہلے ہی بہت زیادہ زخمی ہے تو اس پر اب ظلم مت کر تو ابو نے امی کو چھوڑ کر بھائی کو مارنا شروع کر دیا۔"

ثمن جو کمرے میں سو رہی تھی۔ عشبہ کے رونے کی آواز سے جاگ گئی اور آنکھیں ملتے ہوئے عشبہ کو غور سے دیکھتے ہوئے سمجھنے کی کوشش کرنے لگی کہ ایسا کیا ہوا ہے کہ عشبہ اتنے درد کے ساتھ رو رہی ہے۔

"مطلب تمہارے ابو تمہاری امی کو طلاق دینے کے بعد بھی۔۔۔۔؟؟" نمرہ نے سوال کیا۔

عشبہ نے دوبارہ کمرے میں لگی خوبصورت پینٹنگ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا "یہ کوئی پہلی بار تو نہیں ہوا تھا میں نے جب سے ہوش سنبھالا تھا یہی کچھ ہوتے دیکھ رہی تھی۔"

نمرہ نے درد سے آہ بھرتے ہوئے کہا"اف میرے خدایا۔ ہر گھر کی ملتی جلتی کہانی۔
میرے گھر میں بھی کچھ ایسے ہی حالات تھے۔"

عشبہ جو مسلسل پینٹنگ میں کھوئی ہوئی تھی ہونٹوں پر پھیکی مسکراہٹ لاتے ہوئے بولی
"میں اپنی امی کو اس طرح مار کھانے اور طلاق ملنے کے بعد بھی بیوی کے حقوق پورے
کرتے دیکھتی تو سوچتی کہ عورت تو محض ایک جسم ہے،اسکی وفا،اس کا خلوص،اس کے
احساسات اور احسانات مرد کے لئے کوئی معانی نہیں رکھتے۔ میں نے اسی رات ایک فیصلہ کر
لیا تھا۔"

ثمن جو دو جملوں سے ساری بات جان چکی تھی اس نے عشبہ کو چپ ہوتے دیکھا تو بے چینی
سے پوچھا"چپ کیوں ہو گئی ہو؟؟"

"کیسا فیصلہ کیا تھا تم نے۔۔۔؟"

عشبہ نے نظریں پینٹنگ سے ہٹا کر ثمن کی طرف دیکھتے ہوئے بولی"میں نے سوچا کہ اگر
عورت کا صرف جسم ہی مرد کے لئے معانی رکھتا ہے تو میں خود کو اپنے ابو کی طرح کسی

غریب کی بیوی بن کر روز مار کھا کر روز طلاق لینے کے بعد بھی اس کی ہوس کا نشانہ بننے نہیں دوں گی۔ میں اپنی جوانی، خوبصورتی اور جسم کو بے مول نہیں ہونے دوں گی بلکہ خود کو اتنا قیمتی بناوں گی کہ لوگ میرے ساتھ وقت گزارنے کے لئے تڑپیں گے اور چند پل گزارنے کے لئے اپنا سب کچھ وار دیں گے۔"

ثمن اور نمرہ کے پاس کچھ کہنے کو نہیں تھا کیونکہ وہ بھی ایسا ہی فیصلہ کرنے اور اسے پورے کرنے کے شوق میں اس محل تک پہنچی تھیں۔ محل پہنچنے کا راستہ سب کا الگ تھا مگر وجہ ملتی جلتی تھی۔ انھیں بھی جیسے اپنا ماضی اس کی کہانی میں نظر آنے لگا۔ ان دونوں کی آنکھیں نم ہو گئیں اور وہ بس عشبہ کو درد سے دیکھ رہی تھیں۔ عشبہ اٹھی جگ سے گلاس میں پانی ڈالا اور واپس صوفے پر بیٹھ کر سکون سے پانی پینے لگی۔ نمرہ بے قراری سے اس کی بات مکمل ہونے کا انتظار کرنے لگی۔

عشبہ نے بات دوبارہ شروع کرتے ہوئے بتایا کہ "ہمارے محلے میں ہی ایک لڑکی تھی (مرینہ) جس کا دوست ایک لڑکا تھا جو اس کی ڈانس کی ویڈیو بنا کر یوٹیوب اور ٹک ٹاک پر ڈالتا تھا۔ اس نے مجھے بتایا کہ وہ کسی فلم ڈاریکٹر کو جانتا ہے کیونکہ میں بہت خوبصورت تھی تو اس کا خیال تھا کہ وہ مجھے آسانی سے فلموں میں کام دلا دے گا۔

"مرینہ بائیس تیئس سال کی تھی۔ میں بہت کچی عمر کی تھی۔ اس سے نو دس سال چھوٹی۔ گھر کے حالات سے تھکی ہوئی۔ میں اس کی باتوں میں آگئی اور اس سے کہا کہ "وہ اپنے اس دوست سے میرے بارے میں بات کرے کہ کیا وہ میری مدد کرے گا۔"

اگلی صبح امی نے آٹھ دس رنگ کے کپڑوں کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے مجھے دیئے کہ محلے کی کسی لڑکی دوست کو ساتھ بازار لے جاو اور ان رنگ کے دھاگے لے آو۔"

دوپہر ایک بجے کے قریب میں گھر سے نکلی۔ امی نے ہمیشہ کی طرح تائید کی اکیلی مت جانا کسی کو ساتھ لے کر جانا۔"

یہ پہلی بار نہیں ہوا تھا۔ ہم محلے کی لڑکیاں اکثر مل کر ہی بازار جاتی تھیں تو اور اکثر دھاگے

یا بٹن لینے میں ہی بازار جاتی تھی۔ مرنیہ میری منتظر تھی میں اس کے ساتھ اس لڑکے سے ملنے چلی گئی۔ اس لڑکے نے اپنا دفتر ایک ایسی عمارت میں بنا رکھا تھا جو تعمیراتی مراحل سے گزر رہی تھی اور جس کا کام شاید پیسے نہ ہونے کی وجہ سے کافی عرصے سے بند تھا۔ مجھے بہت حیرت ہوئی کہ اگر کوئی فلموں تک رسائی رکھتا ہے تو ایسی جگہ پر کیوں دفتر بنا کر کام کرے گا۔ مرینہ نے مجھے پریشان دیکھا تو بولی کہ "اتنی مہنگائی کا زمانہ ہے کسی اچھی جگہ دفتر بناتا تو بہت کرایہ دینا پڑتا۔ اس عمارت میں کوئی آتا جاتا نہیں تو مفت کی جگہ مل گئی ہے اس لئے وہ یہیں کام کرتا ہے۔"

میرے پاس تو فون تھا نہیں مرینہ نے اپنے فون سے اسے کال کی تو اس نے مرینہ سے کہا کہ "وہ اوپر والی منزل پر جا کر اپنے ڈانس اسٹیپس کی پریکٹس کر لے اور مجھے نیچے والی منزل میں اس کے دفتر بھیج دے۔"

مجھے اکیلے جاتے بہت عجیب لگ رہا تھا مگر مرینہ نے کہا کہ "کوئی پریشانی کی بات نہیں۔ میں اسے پچھلے چھ ماہ سے جانتی ہوں۔ تم جاو ممکن ہے آج ہی تمہارا کام ہو جائے۔"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

عشبہ خاموش ہو گئی۔ ثمن سے اس کی یہ خاموشی دیکھی نہیں جا رہی تھی۔ اس نے پوچھ ہی لیا

"پھر کیا ہوا؟"

عشبہ اپنے ہاتھ میں پہنی چوڑی سے مسلسل کھیل رہی تھی۔ ثمن کے سوال کے جواب میں اس نے چوڑی کو اتنی زور سے کھینچا کہ ٹوٹ گئی۔ چوڑی ٹوٹتے ہی اس کے ہاتھ میں کانچ چبھ گیا اور خون نکل آیا۔ نمرہ نے عشبہ کی طرف دیکھا اور بولی "یہ کیا کیا تم نے"

عشبہ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور بولی "وہی جو میں نے تب کیا تھا۔"

نمرہ "کیا مطلب"

عشبہ نے ٹوٹے کانچ کو مٹھی میں زور سے بند کیا اور بولی "میں جیسے ہی اندر داخل ہوئی تو میری نظر چاروں طرف دیوار پر لگی آدھی یا آدھی سے بھی زیادہ ننگی عورتوں کی تصاویر پر پڑی۔ کمرے میں ایک عدد کیمرا ابھی موجود تھا۔ کمرا کافی بڑا تھا۔ ایک طرف کچھ فضول قسم کے کپڑے پڑے تھے۔ مجھے وہ سب دیکھ کر الجھن ہونے لگی۔ مجھے اس طرح الجھا ہوا دیکھ کر اس نے میرے حسن کی تعریفیں شروع کر دیں۔ اس کے بعد اس نے بہت

سارے فلموں کے فرضی نام بتائے جو اس کے بقول شوٹنگ کے لئے تیار ہیں۔ بس ایک نئے اور خوبصورت چہرے کی ضرورت ہے۔ پھر اس نے مجھے بتانا شروع کیا کہ کونسی فلم میں کونسا اداکار میرے ساتھ ہیرو ہو گا۔ یہ سب بتاتے بتاتے وہ اپنی کرسی سے اٹھا اور میز پر آ کر بیٹھ گیا۔ پھر بات کرتے کرتے کبھی میرے ہاتھ پر ہاتھ رکھ دے اور کبھی میرے بالوں کی لٹ سے کھیلے۔ میں نے منع کرنے کی کوشش کی تو بہت ڈھٹائی سے بولا "یہ سب تو اس پیشے میں چلتا ہے۔ اب فلم میں کام کرو گی تو ہیرو تو اس سے زیادہ چھوئے گا۔" بات کرتے ہوئے میرے جسم پر نظریں گاڑ کر بولا "حسن تو تمہیں خدا نے بہت دیا ہے مگر ابھی تمہارے حسن کو نکھارنے پر بہت محنت ہو گی۔"

میں بے چینی سے مرینہ کا انتظار کر رہی تھی مگر وہ جانے کہاں گئی تھی۔

"وہ باتیں ہی کرتا رہا کہ اس نے کسی فلم ڈاریکٹر سے بات بھی کی تمہیں کام دلانے کے لئے؟" نمرہ نے پوچھا

عشبہ نے مٹھی کھولی تو کانچ کے ٹکڑے اس کی ہتھیلی میں چھبنے کی وجہ سے ہتھیلی بھی زخمی

ہو چکی تھی۔ وہ زخموں کی پرواہ کیئے بنا ٹوٹے کانچ کو دیکھ کر بولی "اس نے اٹھ کر کمرے کا دروازہ بند کیا اور میری طرف دیکھ کر بولا" کام کے دوران کوئی آجائے تو کام صحیح نہیں ہوتا۔ "

میری چھٹی حس نے جیسے مجھے آگاہ کر دیا کہ بہت کچھ غلط ہونے والا ہے۔ مگر کیا ہونے والا ہے؟ اس بات کا مجھے صحیح سے اندازہ نہیں تھا۔ اس کے بعد اس نے مجھے پوز بتایا کہ کیمرے کے سامنے کیسے کھڑے ہونا ہے۔ وہ کہہ رہا تھا کہ "وہ میری تصاویر لے کر ان تمام ڈاریکٹرز کو بھیجے گا۔ جن کی فلمیں نئے چہرے کی وجہ سے رکی ہوئی ہیں۔ میں ابھی کیمرے کے سامنے کھڑی ہی ہوئی تھی کہ وہ میرے قریب آیا بتانے کہ کیسے اور کس انداز میں کھڑے ہونا ہے مگر دراصل وہ مجھے یہ بتانے نہیں آیا تھا میرے قریب۔

دانیا جو ثمن سے بات کرنے آئی تھی۔ وہ بھی محفل جمی دیکھ کر ثمن کے پاس بیڈ پر بیٹھتے ہوئے پوچھنے لگی۔ "سر جوڑ کر کس خاص مسئلے کا حل نکالا جا رہا ہے؟"

نمرہ نے اپنے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر چپ رہنے کا اشارہ کیا۔

ثمن "کیا مطلب؟"

عشبہ ہاتھ میں پکڑے چوڑی کے کانچ کی طرف دیکھ کر بولی "وہ مجھے اس کانچ کی طرح توڑ کر بکھیرنے کی نیت کر چکا تھا۔ "میرے روکنے پر اس کا کہنا تھا کہ "فلم میں یہ سب کرو گی لائیٹ مین اور ٹی بوائے سے لے کر ڈاریکٹر اور پروڈیوسر سب اسی کو کام دیتے ہیں جو انھیں خوش کرے تو مجھ سے ہی شروعات کر لو تا کہ میں تمہاری ٹرینگ بھی کر دوں کیسے کس کو خوش کرنا ہے۔"

ثمن اور دانیا کا منہ کھلا کا کھلارہ گیا۔ عشبہ نے ٹوٹے کانچ کے ٹکڑے میز پر رکھ دیئے۔ نمرہ نے سوالیہ انداز میں پوچھا "پھر؟؟"

عشبہ مسکراتے ہوئے بولی "مجھے سمجھ آ گئی تھی کہ وہ کسی فلم کے ڈاریکٹر تو کیا فلم اسٹوڈیو کے چپڑ اسی تک کو نہیں جانتا تھا۔ وہ صرف اپنی ہوس مٹاتا اور لڑکیوں کی گندی تصاویر اور ویڈیوز بنا کر بیچ کر پیسے کماتا تھا۔ مجھے وہاں سے نکلنا تھا مگر کیسے۔ یہ بات سوچنے میں بس دو سیکنڈ ہی لگے مجھے۔ میں نے اس کا قیمتی کیمرا اٹھایا اور اس کے سر پر زور سے دے مارا۔ یہ

سب میں نے اتنی تیزی سے کیا کہ اسے اندازہ ہی نہ ہوا میں کیا کرنے والی ہوں۔ کیمرا کافی زیادہ وزنی تھا۔ اس نے زور سے چیخ ماری۔ میں نے مڑ کر دیکھا اس کا سر پھٹ گیا تھا۔ وہ زمین پر گر پڑا۔ سارا فرش خون میں لت پت تھا۔ میں گھبرا گئی اور وہاں سے نکل کر بنا رکے بھاگنے لگی۔"

دانیا "کیا وہ مر گیا تھا؟"

عشبہ جو سب بتاتے ہوئے پسینے میں شرابور ہو چکی تھی دوپٹے سے اپنا پسینہ پونچھتے ہوئے بولی "شاید۔۔ہاں شاید مر گیا تھا۔۔یا شاید بیہوش ہو گیا تھا۔ مجھے نہیں پتا۔"

عشبہ کا جیسے سانس پھول گیا تھا۔ نمرہ نے عشبہ کی طرف پانی کا گلاس بڑھایا تا کہ وہ کچھ بہتر محسوس کرے۔ جب عشبہ پانی پی چکی تو ثمن نے بے چینی سے پوچھا "پھر کیا ہوا؟؟"

عشبہ نے گہری سانس لی اور خود کو پرسکون کرتے ہوئے بولی "پھر۔۔۔ مجھے تو یہ بھی نہیں معلوم تھا کہ میں کہاں تھی۔ نہ میرے پاس فون تھا اور نہ کسی بھائی کا فون نمبر جس سے میں رابطہ کرتی۔ اس وقت تو میں پیر سر پر رکھ کر بس بھاگے جا رہی تھی۔ اتنی تیز کہ جیسے کوئی

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

شکاری کتے میرے پیچھے ہوں اور جان بچانا ضروری ہو۔ میں کہاں تھی اور جہاں تھی وہاں سے کس سمت بھاگ رہی تھی کچھ نہیں جانتی تھی۔ جب بھاگتے بھاگتے تھک گئی اور مجھے لگا کہ میں اس جگہ سے بہت دور ہوں تو میں سڑک کے کنارے بیٹھ گئی اور سوچنے لگی کہ اب کیا کروں اور کیسے گھر جاوں۔ شام تو پہلے ہی ہو چکی تھی۔ کچھ دیر بعد کچھ عورتیں گزریں۔ وہ مجھے بھکاری سمجھیں اور میرے پاس زمین پر پیسے رکھ دیئے۔ میں نے انھیں بتانا چاہا کہ میں بھکارن نہیں مگر وہ میرے کچھ بھی سننے سے پہلے وہاں سے جا چکی تھیں۔ مجھے اپنے گھر کا پتا تو آتا تھا میں اٹھی اور ایک گزرتے ہوئے چنگچی رکشے والے کو پتا بتا کر چلنے کو کہا تو اس نے جانے سے یہ کہہ کر منع کر دیا کہ وہ بس نزدیک کی سواریاں لیتا ہے، ساتھ میں اس نے مشورہ دیا کہ کوئی بھی چنگی رکشے والا مجھے میرے پتے پر نہیں پہنچائے گا۔ ہر کوئی راستے کے درمیان میں اتار دے گا تو سواریاں بدل بدل کر جانا پڑے گا۔ بہتر ہے کہ نارمل رکشہ کروالو بیٹی تا کہ رات سے پہلے گھر پہنچ جاو۔"

دانیا بولی "مطلب چنگچی رکشے والا اچھا انسان تھا۔"

عشبہ مسکرا دی اور بولی "ہاں چنگچی رکشے والا تو اچھا انسان تھا مگر۔۔"

نمرہ نے سوالیہ انداز میں پوچھا "کیا مگر؟"

عشبہ نے ایک بار پھر پینٹنگ کی طرف دیکھا اور بولی "میری قسمت میرے ساتھ نہیں تھی۔ میں جس رکشے میں بیٹھی۔۔ کچھ فاصلے پر اس نے آگے اپنے ساتھ ایک بندے کو بیٹھا لیا۔ مجھے عجیب تو لگا مگر میں پہلے ہی بہت ڈری ہوئی تھی اور نہیں چاہتی تھی کہ رکشے والے کو اندازہ ہو کہ میں ڈری ہوئی ہوں۔ وہ مجھے گھر لے کر آنے کی بجائے ایک ویران راستے کی طرف لے گیا۔"

ثمن "مطلب"

عشبہ "میں نے اس سے کہا کہ راستہ اتنا سنسان کیوں ہے۔" تو بولا کہ "یہی راستہ تمہارے گھر کو جاتا ہے۔"

اب میرے تو فرشتوں کو بھی خبر نہیں تھی کہ میں گھر سے کتنی دور ہوں اور کونسا راستہ میرے گھر کو جاتا ہے۔ وہ ایسی سڑک تھی جہاں سے گاڑیاں، موٹر سائیکل یا رکشے تو گزرتے تھے مگر بہت کم۔ وہاں دور دور فاصلے پر کچھ ہوٹل اور دکانیں بھی تھیں۔ اس نے رکشہ روک دیا اور بولا کہ "رکشہ خراب ہو گیا ہے۔"

جیسے ہی وہ نیچے اترا مجھے لگا کچھ تو غلط ہونے والا ہے۔ وہ دونوں رکشے کے باہر کھڑے ہو کر کسی کو کال ملانے میں مصروف تھے۔ میں دبے قدموں پاوں چپکے سے رکشے سے نیچے اتری اور بجلی کی تیزی سے روشنیوں کی طرف ڈور لگا دی۔"

نمرہ "وہ تمہارے پیچھے نہیں آئے کیا؟"

"وہ فون پر مصروف تھے۔ میں پیچھے کی طرف دوڑی تو انھیں میرے غائب ہونے کا کچھ دیر بعد ہی پتا چلا یقینا۔" ایسے محسوس ہو رہا تھا جیسے عشبہ بات نہ بتا رہی ہو بلکہ اب بھی ان لمحات کی تکلیف، اذیت اور تھکاوٹ اپنے جسم میں محسوس کر رہی ہو۔ عشبہ گہری سانسیں لینے لگی۔ بات بتاتے ہوئے اس کی سانس پھولنے لگی۔ تینوں اس کے دوبارہ بات بتانے کا انتظار

کرنے لگیں۔ کچھ سیکنڈ تک تو کمرے میں خاموشی رہی۔

عشبہ نے خود کو نارمل کرتے ہوئے بتایا"میں رکی نہیں بلکہ اس ڈھابے نما ہوٹل پر جا کر بس گر گئی۔ کچھ دیر تک تو میں بلکل بد حواسی کے عالم میں زمین پر پڑی رہی۔ وہاں شاید کچھ ڈرائیور لوگ کھانا کھا رہے تھے۔ چار لوگ بھاگتے بھاگتے میرے پیچھے وہاں پہنچ گئے۔"

ثمن"چاروں۔۔۔؟؟ لیکن وہ تو دو تھے نا۔۔۔"

"ہاں جب میں وہاں سے بھاگی تھی تب دو تھے۔ لیکن میری کھوج لگانے آئے تو چار تھے۔"

دانیا نے پریشان ہو کر پہلو بدلا تو عشبہ بولی"میرا حلق خشک تھا۔ بھاگنے کی وجہ سے ہونٹوں پر پھٹکری جم گئی تھی۔ ہاتھ پاوں کانپ رہے تھے۔ میں بہت خوف زدہ تھی کہ صبح ایک شیطان کو مار کر بھاگی ہوں اور اب چار درندے میرے پیچھے پڑ گئے۔ ان سے جان چھڑانے کی غرض سے اتنے ڈھیر مردوں کے قدموں میں آگری۔"

نمرہ"پھر"

عشبہ"وہاں موجود لوگ میرے گرد اکٹھے ہو گئے۔ ایک کافی زیادہ عمر کے بزرگ تھے۔

انھوں نے مجھے سہارا دے کر اٹھایا اور وہاں بچھی چارپائی (جو کھانا کھانے والوں کے لئے بچھائی گئیں تھیں) پر بیٹھایا۔ ایک بندہ پانی کا گلاس لایا۔ یہ چاروں کھڑے میرے وارث ہونے کا دعوی کر رہے تھے۔ ایک میرا باپ بن گیا، ایک بھائی اور ایک شوہر اور کہانی یہ سنائی کہ میں اپنے یار کے ساتھ بھاگ رہی تھی تو انھوں نے مجھے رنگوں ہاتھوں پکڑ لیا۔"

****

سویرا جو دانیا کو ڈھونڈتی ہوئی وہاں آ گئی وہ بھی ان سب کو اتنا سنجیدہ دیکھ کر بیٹھ گئی۔ ثمن نے اپنا سر پکڑ لیا اور بولی "مطلب تم ایک مشکل سے نکلی تو دوسری اس سے بڑی مصیبت میں پھنس گئی۔"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

عشبہ ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگی جیسے یہ بات بتاتے ہوئے اس کا حلق دوبارہ سے خشک ہو گیا اور اس سے تھوک بھی نگلا نہیں جا رہا تھا۔ سویرا جو سب کو پریشان دیکھ رہی تھی اس نے عشبہ اور نمرہ دونوں کو پینے کے لئے پانی دیا۔ نمرہ نے تو چند گھونٹ پیئے اور گلاس رکھ دیا مگر عشبہ تو جیسے صدیوں کی پیاسی تھی۔ پورا گلاس پی کر بھی جیسے اس کی پیاس ختم نہ ہوئی

تھی۔ سویرا پریشانی سے سوالیہ نظروں سے سب کی طرف دیکھنے لگیں۔

عشبہ نے ایک نظر ان سب پر ڈالی اور بولی "وہاں جو بزرگ تھے انھوں نے ہوٹل پر موجود لوگوں کو کچھ اشارہ کیا اور ان لوگوں کو ان چاروں کو گھیراؤ میں لے لیا۔ پھر ان بزرگ نے مجھ سے پوچھا کہ "بیٹا تم بتاؤ اصل ماجرہ کیا ہے۔"

میں نے انھیں گھر سے نکلنے سے لے کر اس ہوٹل تک پہنچنے کی ساری روداد سنادی۔ انھوں نے میرے اوپر چادر اڑھائی اور وہاں موجود ایک بندے کو کہا "بھیمے روٹی کھا کر اس بچی کو اس کے گھر چھوڑ دینا اپنے اڈے پر جانے سے پہلے۔"

میں نے دیکھا کہ جسے اس بزرگ نے آواز دی تھی وہ ایک چالیس پینتالیس سال کا مرد تھا۔ جس کی موٹی موٹی اور کافی لمبی مونچھیں تھیں اور شکل سے بہت ہی ڈرونا لگ رہا تھا۔ پھر میرے سر پر پیار دے کر ان بزرگ نے کہا "بیٹا تم اب محفوظ ہو۔ بھیمہ تمہیں تمہارے گھر باحفاظت پہنچا دے گا۔"

اس کے بعد وہاں موجود لوگوں نے ان چاروں کو رسیوں کے ساتھ چارپائی سے باندھ دیا۔ وہ

چاروں بہت چیخے چلائے مگر کسی نے ان کی ایک نا سنی۔ بھیمے نے شاید کھانا کھالیا ہوا تھا کیونکہ کوئی پانچ سات منٹ بعد ہی اس شخص نے اپنے مخصوص انداز میں سب کو ہاتھ سے رب رکھا کہا جبکہ ان بزرگ کے گھٹنوں کو ہاتھ لگا کر اجازت مانگی۔ بزرگ نے مسکرا کر کہا "میری امانت کی حفاظت تیری ذمہ داری ہے۔"

وہ مسکراتا ہوا بولا "باباجی آپ بھیمے کو جانتے ہیں جان تو جا سکتی ہے بے ایمانی نہیں کر سکتا۔"

سویرا ایک دم چونک کر بولی "بھیما تو محل کے بھی ایک ڈرائیور کا نام ہے نا؟ مطلب وہ تمہیں تمہارے گھر لے کر جانے کی بجائے یہاں لے آیا؟

"بے شک وہ ڈرائیور محل کا ہی تھا مگر وہ بے ایمان نہیں تھا۔" عشبہ نے وضاحت کی۔

میں اس کے پیچھے پیچھے چل دی اور وہ بڑی سی سفید رنگ کی گاڑی کے پاس پہنچ کر رک گیا۔ اس نے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولا اور میں ڈرتی ہوئی بیٹھ گئی۔ اب میرے پاس اور کوئی چارہ نہیں تھا سوائے بھروسہ کرنے کے۔ اس نے مجھ سے پتا پوچھا اور اس کے بعد اس نے

کوئی دوسری بات نہیں کی۔ وہ سیدھا مجھے میرے گھر لے کر گیا تھا۔ وہاں پہنچے تو پتا چلا کہ ابو نے امی کو اتنا مارا کہ امی موقع پر ہی وفات پا گئیں اور چھوٹا بھائی امی کو بچانے میں شدید زخمی ہو گیا۔ پولیس ابو کو پکڑ کر لے گئی۔

میرے بھائی نے ڈرائیور سے کچھ بات کی اور میرے سر پر پیار دے کر بولا "اصولی طور پر بھائی کا فرض ہوتا ہے کہ بہن کا نکاح پڑھوا کر اسے رخصت کرے مگر یہاں جو کچھ چند گھنٹوں میں ہوا ہے۔ تمہارا یہاں رہنا نہ تو مناسب ہے اور نہ میں چاہتا ہوں کہ تم اب یہاں رہو۔ یہ بندہ جہاں تمہیں لے جا رہا ہے وہاں تم یہاں سے بہتر نہیں تو بدتر زندگی تو نہیں گزارو گی۔ ممکن ہے کبھی تمہیں بھائیوں کی یاد آئے تو برے لفظوں میں یاد مت کرنا۔ سمجھ لینا اس وقت تمہارے بھائی کو جو تمہارے لئے بہتر لگا اس نے وہ فیصلہ کیا۔ مجھے معاف کر دینا۔"

میں یہاں پہنچی تو ریما بائی کے حوالے کر دیا گیا مجھے۔" عشبہ نے بات ختم ہوتے گہری سانس لی۔

****

"کیا پہلے ریما بائی نامی عورت سب دیکھتی تھیں۔" ثمن نے پوچھا۔

"تب محل ایسا نہیں تھا۔ یہ طوائفوں کا کوٹھا ہوتا تھا۔ اسے شریف زادیوں کے رہنے کے قابل تو بیگم نایاب سلطانہ گوہر نے بنایا ہے۔" عشبہ نے ایک نیا انکشاف کر دیا۔"

"کیا مطلب عشبہ ؟؟"

"بیگم سلطانہ محل کی ملکہ بنیں تو انھوں نے سب کچھ اصاف کیا اور سب سے صاف صاف کہا کہ "اب یہاں جسم فروشی کا کام نہیں ہو گا۔ جسے یہ سب کرنا ہے وہ دو دن کے اندر محل چھوڑ جائے اور جسے شریفوں والی زندگی جینی ہے وہ یہاں رک سکتا ہے۔"

"اوہ مطلب تم نے اس محل کی مختلف ملکہ اور مختلف حالات دیکھے ہیں۔"

"بلکل ایسا ہی ہے۔۔۔"

"جو لڑکیاں جسم فروشی کو برقرار رکھنا چاہتی تھیں وہ سب تو دو دن کے اندر اندر محل چھوڑ

گئیں۔۔۔ لیکن میری جیسی کم عمر لڑکیوں کو سوہنی بائی نے سمجھایا۔۔۔"

ثمن سوالیہ انداز میں "کیا سمجھایا؟"

"یہی کہ تم سب بہت چھوٹی ہو اور باہر بہت سے درندے موجود ہیں جو تمہیں نوچ کر کھا جائیں گے۔ یہیں رہو اور اپنی اپنی تعلیم مکمل کرو۔ جب تعلیم مکمل ہو جائے گی تب فیصلہ کرنا کہ تمہیں کون سا راستہ چننا ہے۔"

"تم نے پھر بھی فلموں کو ہی کیوں چنا۔۔ آخر کیوں؟" نمرہ نے پوچھا۔

عشبہ نے ایک بار پھر پینٹنگ کی طرف دیکھا اور بولی "ایسی آڑی ترچھی لکیریں کوئی بچہ اسکول کے امتحان میں بنائے تو اسے فیل کر دیا جاتا ہے کہ اسے آرٹ کی تمیز نہیں مگر یہی آڑی ترچھی لکیریں ایک نامور مصور کینوس پر بنائے تو آرٹ گیلری میں نمائش میں رکھ دی جاتی ہے اور لاکھوں میں بکتی ہے۔ پھر وہ پھینکی نہیں جاتی کیونکہ لاکھوں میں خریدی جاتی ہے تو اسے اپنے گھر کی دیوار کو سجانے کے لئے لگایا جاتا ہے اور بڑے فخر سے بتایا جاتا ہے کہ فلاں مصور کا شاہکار ہے یہ۔ میں کچی عمر ہی کئی بار ہوس پرست مردوں کے ہاتھ لگی

مگر تب میں اس پینٹنگ کی طرح تھی جسے کوئی اناڑی بچہ اسکول میں بناتا ہے۔اب بھی میں وہی کام کروں گی مگر اب میں آرٹ گیلری میں کسی بڑے مصور کی اس پینٹنگ کی طرح ہوں جسے نمائش میں آنے والا ہر بندہ حسرت بھری نظروں سے دیکھے گا کہ کاش میں اسے خرید سکتا اور اپنے ڈرائنگ روم یا آفس کی خوبصورتی کو چار چاند لگا سکتا۔"

"میں تو ہمیشہ سے ہی فلموں میں کام کرنا چاہتی تھی۔۔تب میں لٹیروں کے ہاتھ لگ گئی۔ اب میں جس جگہ رہتی ہوں مجھے بہت عزت کے ساتھ،بہت بڑی کاسٹ کے ساتھ اور بہت بڑے بجٹ والی فلم میں ہیروئن لیا جارہا ہے۔"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

****

اگر بزم ہستی میں عورت نہ ہوتی

خیالوں کی رنگین جنت نہ ہوتی

ستاروں کے دل کش فسانے نہ ہوتے

بہاروں کی نازک حقیقت نہ ہوتی

جبینوں پہ نور مسرت نہ کھلتا

نگاہوں میں شان مروت نہ ہوتی

گھٹاؤں کی آمد کو ساون ترستے

فضاؤں میں بہکی بغاوت نہ ہوتی

فقیروں کو عرفان ہستی نہ ملتا

عطا زاہدوں کو عبادت نہ ہوتی

مسافر سدا منزلوں پر بھٹکتے

سفینوں کو ساحل کی قربت نہ ہوتی

ہر اک پھول کا رنگ پھیکا سا رہتا

نسیم بہاراں میں نکہت نہ ہوتی

خدائی کا انصاف خاموش رہتا

سنا ہے کسی کی شفاعت نہ ہوتی

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

سردی آنا چاہتی تھی مگر گرمی جانا نہیں چاہ رہی تھی۔ موسم بہت خوبصورت تھا۔ ہر طرف پھول کھلنے کو تھے۔ بیگم سلطانہ کو سہ پہر کو ہی باغ میں دیکھ کر مالی بابا نے مسکراتے ہوئے پوچھا "بٹیا رانی آج تو بڑے دن بعد باغ میں اس وقت آئیں ہیں آپ۔ پھول بھی آپ کی آمد پر خوش ہو جاتے ہیں۔ کبھی دن میں بھی چکر الگا لیا کرو۔"

بیگم نایاب ان کی بات پر مسکرا دی۔

"مصروفیت بہت زیادہ تھی پچھلے دنوں تو وقت ہی نہیں مل پایا باغ میں آنے، پھولوں اور پرندوں سے بات کرنے کا۔"نایاب نے کہا۔

"بٹیا رانی آپ کی موجودگی پھولوں کو خوش کر دیتی ہے اور ان کو کھلا دیکھ کر آپ کے چہرے پر تو طمانت آتی ہے وہ بھی انمول ہوتی ہے۔ مصروفیت کتنی بھی ہو۔ ان کے لئے وقت نکال لیا کرو۔ باغ میں بیٹھنے سے اعصاب بھی پرسکون ہوتے ہیں۔ بٹیا میری بات کا برا مت منانا۔ میں تو بس اپنی رائے دے رہا تھا۔"

"نہیں نہیں مالی بابا آپ بلکل ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ یہ بتائیں کہ گھر میں سب خیریت ہے

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

نا۔ بچے پوتے، پوتیاں، نواسیاں۔"

"الحمد اللہ بیگم صاحبہ سب خیریت ہے۔ اللہ کا بڑا کرم ہے اور آپ کی بہت مہربانی ہے۔"

نایاب خوش ہوتے ہوئے بولی "ارے واہ، کالے گلاب نے تو بہت کلیاں اٹھالیں ہیں۔"

وہ پھولوں اور پرندوں سے باتوں میں مصروف تھی جب جانم بی کے قدموں کی چاپ سنائی دی۔ "کیا بنا اس کام کا جس کے لئے آپ گئیں تھیں۔؟"

"بیگم صاحبہ سب معملات بلکل آپ کی پسند کے مطابق طے پا گئے ہیں۔ ان کو اتوار کی رات پوری ٹیم کے ساتھ کھانے کی دعوت بھی دے دی ہے۔"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"یہ تو بہت اچھا ہوا۔۔۔"

"جانم بی۔۔۔ آپ رحمان بابا کو بتا دیں کتنے لوگ ہیں اور انھیں کہیں کہ اتوار کی رات کے لئے پورا ریسٹورانٹ بک کروالیں اور بفے کی ڈشز بھی مل کر دیکھ لیں۔ سب کچھ بہت اچھے سے ہونا چاہیئے۔"

"بیگم صاحبہ۔۔۔ آپ چلیں گی اتوار کو کیا؟"

"آپ بہت اچھے سے جانتی ہیں ہمیں ایسی محفلیں بلکل پسند نہیں۔ ہم تو یہ سب دل پر پتھر رکھ کر عشبہ کی خاطر کر رہے ہیں۔ ہم نہیں جا پائیں گے۔ سب کچھ آپ کو، سوہنی بائی، پھپھل میاں اور رحمان بابا کو ہی دیکھنا ہو گا۔"

"جیسے آپ کو مناسب لگے بیگم صاحبہ۔"

"آپ جون اولیاء صاحب کا دیوان تو بھجوا دیں۔ ہم ابھی کچھ دیر یہیں بیٹھنا چاہتے ہیں۔"

****

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

تمہیں معلوم ہی کب ہے۔۔۔

وفا کے قید خانے میں۔۔۔

فرائض کے نبھانے میں۔۔۔

جو لڑکی دار چڑھتی ہے۔۔۔

جسے سپنوں کے بننے کی۔۔۔

سزائیں وقت نے دی ہوں۔۔۔

جو رسموں اور روایتوں کے۔۔۔

الاو میں سلگتی ہو۔۔۔

لبوں کی نوک پر جس کے۔۔۔

گلے بے جان ہوتے ہیں۔۔۔

جسم کی قید میں جب۔۔۔

روح اکثر پھڑ پھڑاتی ہو۔۔۔

تو اک کمزور سی لڑکی۔۔۔

یونہی بے موت مرتی ہے۔۔۔

تو پھر لوگ کہتے ہیں۔۔۔

بہت سنجیدگی اوڑھے۔۔۔

عجب بے حس سی لڑکی ہے۔۔۔

بہت کم مسکراتی ہے۔۔۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

سدا خاموش رہتی ہے۔۔۔

"مہوش آنکھیں کھولو۔"

"تم اتنے سال بعد ملی وہ بھی اس حالت میں۔۔۔"

خون میں لت پت عورت کو پھولوں کی طرح ہاتھوں میں اٹھاتے ہوئے وہ بہت تیزی سے گاڑی کی طرف بڑھا۔"سارے اسکورڈ اور ڈرائیور یہ منظر دیکھ کر پریشان ہو گئے۔۔وہ تو بہت نفیس انسان تھا۔وہ کیسے خون میں لت پت میلی کچیلی عورت کو اپنی بانہوں میں اٹھا سکتا تھا۔

"سمندر خان اس بچی کو جلدی گاڑی میں ڈالو۔۔۔"

"جی خان جی۔۔بچی تو شاید۔۔"

وہ اس وقت کچھ سننا نہیں چاہتا تھا" تمہیں کہا نا بچی کو آرام میں گاڑی میں لیٹا دو۔"

"جی خان جی۔۔۔"

خود وہ پچھلی سیٹ پر مہوش کو تھامے بیٹھا تھا۔۔۔

"ریاض شاہ گاڑی جلدی عاصم بٹ کے ہسپتال کی طرف موڑ دو۔ کسی سگنل پر رکنے کی ضرورت نہیں۔ڈبل انڈیکیٹر لگا دو۔"

"جی خان جی۔۔۔"

اس کی آواز بھرائی ہوئی تھی۔ وہ ایک بار دوبارہ اسے پا کر کھو دینے سے ڈر رہا تھا۔

****

"چاچی آپ کے ہاتھ کا حلوہ بنا ہو تو خوشبو مجھے گھر سے کھینچ لاتی ہے۔"

"باتیں بنانا تو کوئی شہریار سے سیکھے۔۔ہے نا امی جان"

"چاچی یہ تو آپ کے اور میرے پیار سے جلتی ہے۔"

"بھلا ہم کیوں جلیں گے۔۔"

"یہ تم کیا خود کو ہم ہم کہتی ہو۔ شہزادی ہو کیا کہیں کی۔"

"جی ہاں۔۔!ہم شہزادی ہی ہیں۔۔۔"

"ہمارے بابا اور بھائی کہتے ہیں ہم اس گھر کی اور پریستان کی شہزادی ہیں۔"

"ہاہاہا۔۔۔"شہریار مذاق اڑاتے ہوئے

منہ بناتے ہوئے مہوش بولی"آپ کو کیا مسئلہ ہے۔"

"مسئلہ تو کوئی نہیں۔ سوچ رہا ہوں کہ کتنی خوش فہمی پال رکھی ہے تم نے۔"

"چاچی میں تو بس حلوہ کھانے آیا ہوں۔"شہریار کن اکھیوں سے اسے دیکھتے ہوئے۔۔۔

"اب میں چلتا ہوں۔"

"بیٹا روٹی کا ٹائم ہے۔۔ ابھی تمہارے چاچا اور بھائی آتے ہی ہوں گے زمینوں سے۔۔۔ تو کھانا کھا کر جانا۔"

"امی جان ہمیں تو پیپرز کی تیاری کرنی ہے۔ ہم پڑھنے جا رہے ہیں۔ یہ فارغ انسان بیٹھ کر حلوہ کھائے۔"

"نہیں چاچی مجھے بھی گھر جانا ہے۔ پھر کسی دن آوں گا۔۔ کھانا بھی کھاوں گا اور آپ کے ساتھ بیٹھ کر بہت سی باتیں بھی کروں گا۔"

****

"آپ دونوں بھائی بیٹھ کر زمینوں کا مسئلہ حل کیوں نہیں کر لیتے۔ چھوٹی چھوٹی باتوں پر ایک دوسرے سے ناراض رہنا مناسب نہیں لگتا۔"

"مجھے تو کوئی اعتراض نہیں مگر لالہ کا بڑا بیٹا شبیر خان بہت بد تمیز ہے۔ بڑے چھوٹے کا کوئی لحاظ ہی نہیں۔" جہانگیر نے آسیہ بیگم کی طرف دیکھ کر کہا۔

"آپ ہی کا خون ہے۔ آپ کا بھتیجا ہے۔ یاد کریں جوانی میں آپ کتنے گرم مزاج ہوا کرتے تھے۔"

"میں کبھی بڑوں کے ساتھ بد تمیزی تو نہیں کرتا تھا۔"

"جہانگیر صاحب۔۔ مجھے ڈر لگتا ہے یہ چھوٹی چھوٹی باتیں بڑی ہو گئیں تو جھگڑے بچوں تک پہنچ جائیں گے۔ یہ زمین پانی کی جگہ خون نہ مانگ لے۔ میں تو بس اسی لئے کہہ رہی تھی۔" آسیہ بیگم نے پریشانی ظاہر کرتے ہوئے کہا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"تم پریشان مت ہو۔۔ جب تک میں زندہ ہوں یہ زمینوں کی پریشانی میرے لئے چھوڑ دو۔ یہ بتاؤ کہ ہماری شہزادی مہوش کیسی ہے۔۔ آج کل ملاقات کم کم ہوتی ہے۔"

"اس کے انٹر کے بورڈ کے پیپر ہونے والے ہیں اور اس پر ڈاکٹر بننے کا بھوت سوار ہے تو بس سارا دن کتابوں میں چھپی رہتی ہے۔"

"ہاہاہا۔۔ دیکھ لینا ہماری شہزادی ڈاکٹر ضرور بنے گی اور ہم اس کے ڈاکٹر بننے سے پہلے اس کے نام کا بہت بڑا ہسپتال گاوں میں کھولیں گے۔۔۔ان شاء اللہ"

"ان شاء اللہ۔۔ بس میری تو دعا ہے کہ زمینوں کا مسئلہ حل ہو جائے اور آپ دونوں بھائیوں کی رنجش ختم ہو جائیں تو میں۔۔۔" آسیہ بیگم واقعی زمینوں کے جھگڑوں کی وجہ سے کافی پریشان رہتی تھیں۔

"کیا ہوا بات کیوں ادھوری چھوڑ دی۔۔۔"

"مجھے شہریار خان مہوش کے لئے بہت پسند ہے۔ بہت لائق بچہ ہے۔ یاد ہے نا انٹر میں پورے بورڈ میں ٹاپ کیا تھا۔ اب دیکھیں وہ کمپیوٹر انجینئر بن رہا ہے۔ خاندان کا نام روشن

کر رہا ہے۔" آسیہ نے کہا۔

"وہ اگر آپ کے بھائی کا بیٹا ہے تو اس کی ماں میری سگی بڑی بہن ہے۔" آسیہ بیگم نے بات کی توسیع کی۔

"سچ بتاوں تو شہریار مجھے بھی بہت پسند ہے۔۔اس کا بڑا بھائی شبیر خان تو بہت بد تمیز ہے۔"

"سنو۔۔ صبح مجھے ضروری کام سے شہر جانا ہے۔۔ تم ابرار خان اور تعاقل خان کو جلدی جگا کر زمینوں پر بھیج دینا۔ کل ہماری پانی لگانے کی باری ہے۔ لیکن میں جانتا ہوں شبیر خان جلدی پہنچ کر پانی کا رخ اپنی زمینوں کی طرف کر دے گا۔" جہانگیر خان نے کہا۔

"جی آپ بے فکر رہیں۔۔ میں انھیں فجر کے بعد ہی روانہ کر دوں گی۔"

****

"امی جان۔۔امی جان۔۔۔"

"کیا ہوا ہے صبح صبح اتنا شور کیوں مچا ہوا ہے۔۔"

"باباجان کہاں ہیں۔۔امتحان ہے آج ہمارا پہلا۔۔آپ کی اور ان کی دعائیں لینی ہیں۔"

"انھیں شہر جانا تھا ضروری کام سے۔۔وہ تو نماز پڑھ کر ہی نکل گئے۔"

"اور لالہ۔۔۔"

"ابرار اور تعاقل زمینوں پر گئے ہیں آج پانی لگانے کا دن تھانا۔۔۔"

"کیا ہوا میری شہزادی کو۔۔۔موڈ کیوں خراب ہو گیا۔۔۔"

"کچھ نہیں امی جان۔۔آپ دعا کرنا ہمارے لئے۔۔۔"

"بے فکر ہو جاو۔۔بہت اچھا امتحان ہو گا۔صرف میری ہی نہیں تمہارے ابو اور بھائیوں کی دعائیں بھی تمہارے ساتھ ہیں۔جاتے ہوئے اپنے تایا ابو اور تائی امی سے بھی دعائیں لیتی جانا۔"

"جی امی جان"

****

اس سے پہلے کہ تجھے اور سہارا نہ ملے

میں تیرے ساتھ ہوں جب تک مرے جیسا نہ ملے

کم سے کم بدلے میں جنت اسے دے دی جائے

جس محبت کے گرفتار کو صحرا نہ ملے

مجھ کو اک رنگ عطا کر تا کہ پہچان رہے

کل کلاں یہ نہ ہو تجھے میرا چہرا نہ ملے

لوگ کہتے ہیں کہ ہم لوگ بڑے آدمی ہیں

لوگ بھی ایسے جنہوں نے نہ کبھی دیکھا نہ ملے

بس یہی کہہ کہ اسے ہم نے خدا کو سونپا

اتفاقاً کہیں مل جائے بھی تو روتا نہ ملے

تم لوگ دعا کرتے رہو کہ میرا سفر اچھا رہے

کوئی ی مل جائے مگر عقل کا اندھا نہ ملے

Clubb of Quality Content

مجھ کو دیکھا تو اچانک لپٹ کہ یوں روئے

جیسے ماں کو کہیں سے گمشدہ بچہ نہ ملے

عشبہ تیار ہو کر کسی پری سے کم نہیں لگ رہی تھی۔ جانم بی نے اس کی نظر اتاری اور پاس کھڑی ملازمہ کو کہا کہ "توفیق سے کہو کہ صدقے کے بکرے غریبوں کی بستی میں پہنچا دے۔ ہماری عشبہ کو کسی کی نظر نہ لگ جائے۔"

سب ہی لڑکیاں عشبہ کو دیکھ کر تعریف کر رہیں تھیں۔ جب عشبہ مکمل تیار ہو گئی تو جانم بی نے عشبہ سے کہا کہ "چلو تمہیں بیگم صاحبہ سے ملنے جانا ہے۔"

یہ بات سن کر سب لڑکیوں کے منہ کھلے کے کھلے رہ گئے کیونکہ بیگم سلطانہ سے ملنا تو جیسے خوش قسمتی ہو اور یہ خوش قسمتی سب کے حصے میں نہیں آتی تھی۔

جانم بی کی بات سن کر عشبہ کو تو ایسے لگا جیسے اس کے پاوں زمین پر ہی نہ ٹک رہے ہوں۔

جانم بی آگے چل رہی تھی اور عشبہ ان کے پیچھے۔ آج عشبہ راہداری سے گزرتے ہوئے اس

طرف آنکلی جہاں کسی کو بھی کسی مجبوری کے تحت بھی آنے کی اجازت نہیں تھی۔ راہداری کے دونوں طرف خوبصورت بڑے بڑے گملوں میں لگے تازہ پھولوں کی خوشبو نے ساری راہداری کو مہکار کھا تھا۔ راہداری کے دونوں اطراف میں شیشے کی دیوار تھی جس میں سے اندر سے باہر دونوں طرف کے باغ کو دیکھا جا سکتا تھا۔ شیشے کچھ اس طرح کے استعمال کئے گئے تھے کہ باہر سے کوئی اندر نہیں دیکھ سکتا تھا۔

عشبہ کا دل ایسے دھڑک رہا تھا کہ اس کے لئے سانس لینا مشکل ہو رہا تھا۔ اس کے دل کی دھڑکن اس کی آنکھوں میں بھی دیکھی جا سکتی تھا۔ راہداری کے آخر میں ایک شیشے کا سلائڈنگ دروازہ تھا۔ اسے کھول کر جانم بی آگے بڑھ گئی۔ اس کے آگے کا راستہ تو جیسے خوابوں کا نگر تھا۔ سفید دیواریں، راہداری میں بچھا سفید موٹی جت والا قالین، سفید خوبصورت کانچ کے مختلف سائز کے ڈیکوریشن، کانچ کے گملوں میں مختلف قسم کے تازہ سفید پھول۔ خوبصورت خوشبو سے مہکا یہ سب سماں۔

عشبہ کو ایسے محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے کسی پرستان میں داخل ہو گئی ہو۔ کچھ آگے جا کر پھر

ایک کانچ کا ہی دروازہ تھا۔ جانم بی نے اسے کھولا چند قدم آگے بڑھی تو ہی بہت خوبصورت شاہی طرز پر بہت بھاری لکڑی کا دروازہ تھا۔ جانم بی نے دروازے پر لگا لوہے کا بھاری گنٹا کھڑ کا یا تو ایک بہت بھاری جسامت والے آدمی نے دروازہ جو لباس سے شاہی دربار کا ملازم لگ رہا تھا۔

جانم بی کو دیکھ کر جھک سلام کیا اور ان کے اندر جانے کے بعد دروازہ واپس بند ہو گیا۔ یہ سب مناظر عشبہ کے لئے بلکل نئے تھے۔۔ راہداری سے ڈرائنگ روم تک عشبہ کو ایسے لگا جیسے وہ کسی مہارانی کے محل میں ہو اور یہ سب خواب ہو حیقیقت نہیں۔ عشبہ کا دل ایسے دھڑک رہا تھا جیسے حلق کو آرہا ہو۔ بیگم نایاب کو عشبہ نے آج تک دیکھا ہی نہیں تھا بس ان کا غائبانہ تعارف تھا اور یہی بات سب جانتے تھے کہ وہ بہت سخت مزاج اور اصول پسند ہیں۔ یہ بھی حیقیقت تھی کہ طلمساتی محل کی لڑکیاں آپس میں بات کرتے ہوئے انھیں مختلف ناموں سے بلاتیں جیسے حور، پری، ملکہ۔

ہمیشہ سے اور لڑکیوں کی طرح عشبہ کے دل میں بھی خواہش تھی کہ بیگم سلطانہ کو ایک نظر دیکھا جائے۔ آج اس کی دل کی مراد پوری ہونے جارہی تھی مگر وہ یہ سوچنے میں مصروف تھی کہ جانے بیگم سلطانہ کیسے پیش آئیں گی۔

****

جانم بی نے دروازہ کھٹکھانے کی نیت سے ہاتھ لگایا تو وہ کھل گیا۔ بیگم سلطانہ اپنی پسندیدہ روکنک چیئر پر بیٹھی کوئی کتاب پڑھ رہی تھیں۔ دروازہ کھلنے پر وہ سمجھ گیئں کہ جانم بی ہیں۔

جانم بی نے معذرت کرتے ہوئے کہا "میں نے تو دروازہ کھٹکھانے کے لئے ہاتھ لگایا تھا مگر دروازہ۔۔۔"

بیگم سلطانہ ہونٹوں پر مسکراہٹ لاتے ہوئے بولیں "جب دروازہ پہلے ہی کھلا تھا تو اجازت کیسی؟"

"کسی کام سے آنا ہوا ہے کیا آپ کا اس وقت؟"

"جی دراصل عشبہ کو آپ سے ملوانے لائی ہوں۔۔۔"

"آج ڈائیکٹر پروڈیوسر سے ملاقات کے بعد وہ محل سے گھر میں شفٹ ہو جائی گی جو اس کے لئے خریدا ہے۔"

بیگم نایاب نے کتاب بند کر کے سائیڈ پر رکھ دی۔

"جب بھی کوئی لڑکی طلسماتی محل چھوڑ کر جاتی ہے تو آپ اس سے ضرور ملتی ہیں نا۔"

بیگم نایاب ہونٹوں پر مسکراہٹ لاتے ہوئے بولیں "اسے ڈرائنگ روم میں بیٹھایئے ہم آتے ہیں۔"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

جانم بی کمرے سے چلی گئیں۔۔ عشبہ نظریں جھکائے اور سانس رکے خاموشی سے محل کے ڈرائنگ روم میں بیٹھی تھی۔ اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے اونچی سانس لینا بھی ڈرائنگ روم کی شان کے خلاف ہو۔

بیگم سلطانہ ڈرائنگ روم میں آئیں۔ پستہ رنگ کا بہت نفیس کڑھائی والا سوٹ ساتھ اسی رنگ کا شفیون کا دوپٹہ اوڑھے۔ سنہری جھیل سی گہری آنکھوں والی بلکل کسی پری سے ملتی جلتی

عورت کو مہارانی انداز میں سامنے دیکھ کر عشبہ بے اختیار کھڑی ہو گئی۔

جب عشبہ ڈرائنگ روم میں داخل ہوئی تھی تو وہ محویت ہو گئی سارا فرنیچر ہی شاہانہ تھا۔ لیکن ایک صوفہ سب سے الگ اور بہت خوبصورت تھا۔ وہ دل میں سوچنے لگی کوئی عام انسان بیٹھے تو صوفے کی شان کے خلاف ہو گا۔ بیگم نایاب نے بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے خود بھی اپنے مخصوص شاہانہ صوفے پر بیٹھ گئیں۔ عشبہ دل میں مسکرا کر بولی "واقعی بیگم نایاب تو ملکہ ہیں۔ ان کا حسن،ان کا انداز،ان کا پہنوا کسی رانی یا ملکہ سے کم نہیں۔ یہ صوفہ ملکہ کے لئے ہی ہونا چاہیئے۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

بیگم سلطانہ کی طرف دیکھنے کی تو اس میں ہمت ہی نہ ہوئی۔ بیگم سلطانہ نے ایک نظر عشبہ پر ڈالی۔ وہ نظریں جھکائے بیٹھی تھی۔ عشبہ کے لئے بیگم سلطانہ کی شخصیت تو ہمیشہ سے آئیڈیل تھی۔ ان کی آواز سن کر جیسے وہ کہیں کھو سی گئی اور اس کے دل نے ضد کی کہ ایک بار اپنی آئیڈیل کو نظر اٹھا کر دیکھ تو سہی۔ دماغ نے تو بہت منع کیا مگر دل جیت گیا اور عشبہ نے بے اختیار انکی طرف دیکھا۔ بڑی بڑی راز کی طرح گہری سہنری آنکھیں،بنا میک اپ

کے چہرہ، خوبصورت گلابی ہونٹ، کمر سے نیچے جاتے گھنے کالے بال، بلکل سادہ سا پستہ رنگ کا سوٹ، ہاتھ میں دو ہیرے جڑے کنگن، گلے میں ایک نو لاکھا مالا، کانوں میں ہیرے جڑے بالیاں، اور چند انگوٹھیاں (یہ وہ زیور تھا جو ان کے تن پر ہر وقت رہتا تھا) وہ کسی قاتل حسینہ سے کم نہیں لگ رہیں تھیں۔ عشبہ کا دل کیا کہ کہہ دے "میری نظروں سے پوچھیں میں تو خود کو آپ کے اوپر سے وار کر قربان کر دوں کہ آپ کو کسی کی نظر نہ لگے۔" الفاظ کا ساتھ ہونٹوں نے نہیں دیا اور وہ بس ایک بار پھر نظر جھکا کر ہی رہ گئی۔

"تمہیں اپنے فیصلے پر اگر نظر ثانی کرنی ہے تو ابھی بھی وقت ہے مگر چند گھنٹوں بعد وقت ہاتھ سے نکل جائے گا۔" بیگم سلطانہ نے بہت دھیمی اور پرسکون آواز میں کہا۔

عشبہ خود میں اتنی ہمت ہی دوبارہ اکٹھی نہ کر پائی کہ بیگم سلطانہ کی طرف دیکھ پائے۔ اس نے نظریں جھکائے ہی کہا "نہیں میم مجھے اپنے فیصلے پر دوبارہ نہیں سوچنا مگر میں آپ سے کچھ مانگنا چاہتی ہوں۔ یقینا میری حیثیت اور اوقات تو نہیں کہ میں آپ سے کچھ بھی مانگ سکوں۔ لیکن آپ کی محبت نے مجھے اتنی ہمت دی ہے کہ میں سوالی بن کر سوال کر سکوں

اس یقین کے ساتھ کہ آپ میری آخری خواہش سمجھ کر پوری کر دیں گی۔"

جانم بی کو عشبہ کا یہ انداز برا لگا۔ اس سے پہلے کہ جانم بی کچھ بھی کہتی بیگم سلطانہ نے اپنے مخصوص رعب دار مگر محبت بھرے انداز میں کہا"بولو کیا خواہش ہے تمہاری؟"

عشبہ کی نظریں اب بھی جھکیں ہوئیں تھیں وہ بنا نظر اٹھائے ہی بولی"میں چاہتی ہوں کہ آپ میرے لئے دعا کریں کہ خدا میری قسمت بھی آپ جیسی کر دے۔ مجھے آپ جیسا بنا دے۔ میں آپ جیسی مسحور کن اور بارعب شخصیت کی مالک بن جاوں اور آپ ہی کی طرح کامیاب ہو سکوں۔"

عشبہ کا اتنا کہنا تھا کہ بیگم سلطانہ کے چہرے سے نرمی، محبت اور مسکراہٹ سب ایک ساتھ غائب ہو گئے۔ ان کا رنگ غصے سے سرخ ہو گیا اور لہجے کی مٹھاس تو جیسے زہر میں بدل گئی۔ بیگم سلطانہ کے بدلتے انداز کو دیکھ کر نا صرف عشبہ بلکہ جانم بی بھی گھبرا گئی۔ وہ بہت سخت اور غصے سے بھرے لہجے میں بولیں"لڑکی اٹھو اور چلتی بنو۔"

جانم بی کو عشبہ پر بہت غصہ آرہا تھا۔ عشبہ کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں اور روہنسی آواز

میں بولی "میم بہت معذرت خواہ ہوں میں آپ کی برابری نہیں کرنا چاہتی۔ آپ میری آئیڈیل ہیں اسی لئے آپ جیسی شخصیت اور زندگی میری خواہش ہے۔"

یہ کہہ کر عشبہ جانے کے لئے اٹھی تو بیگم سلطانہ نے آواز دے کر روک لیا۔"سنو عشبہ۔۔۔" اب چہرے کی سختی میں کمی آچکی تھی۔ آواز میں غصے کی مقدار کافی کم تھی اور لہجہ قدرے نرم ہو چکا تھا۔ عشبہ کے ساتھ ساتھ جانم بی بھی رک گئیں۔

عشبہ بہت ڈر چکی تھی اور خوف کی وجہ سے اس کے حلق میں تھوک کی گلٹی سی بن گئی کہ تھوک نگلنا بھی مشکل ہو چکا تھا۔

"عشبہ ہماری ایک نصیحت ہمیشہ یاد رکھنا ہر چمکتی چیز سونا نہیں ہوتی۔ ہر مسکراتا چہرہ خوش بھی ہو یہ ضروری نہیں۔ دولت اور آزسائشیں خوشیوں اور سکون کی ضمانت نہیں ہوا کرتیں۔ کسی کی بھی ظاہری خوشی اور چہرے پر موجود سکون کو دیکھ کر اس جیسے نصیب پانے کی دعا کبھی دوبارہ مت کرنا۔ سمجھی ہماری بات۔"بیگم سلطانہ نے کہا۔

عشبہ نے بس اثبات میں سر ہلایا۔ بیگم سلطانہ چند قدم مزید اس کی طرف بڑھیں اور بولیں
"آج تمہارا اس محل میں اور ہم سب کے ساتھ آخری دن ہے۔ آج تک تمہیں ہر گرم سرد
سے بچا کر رکھنے کی ذمے داری اس محل کی تھی۔ تم نے جس راہ کو اپنے لئے چنا ہے وہاں
تمہیں بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ بہت سے اتار چڑھاؤ آئیں گے۔"

عشبہ جو بہت توجہ سے بیگم نایاب کی بات سن رہی تھی بس "جی" ہی کہہ پائی۔

"تم شوبز کو اپنانے جا رہی ہو۔ شوبز کی دنیا بند آنکھوں کا وہ خواب ہے جو رنگ، خوشیاں،
دولت اور شہرت کی ریل پیل دکھاتا ہے۔ جب تک تم خواب میں رہو گی تم خوش اور بے
فکر رہو گی۔ جہاں تم آنکھیں کھول کر نیند اور خواب سے حیقیقت کی طرف دیکھو گی وہیں
زندگی اور شوبز کی بد صورت حیقیقتیں منہ چڑاتی ملیں گی۔"

عشبہ نے نظر اٹھا کر بیگم سلطانہ کی طرف دیکھا۔ بیگم سلطانہ مسکراہٹ ہونٹوں پر سجاتے
ہوئے بولیں "ہم تمہیں ڈرا نہیں رہے۔ سمجھا رہے ہیں۔ چڑیا کے پروں کے نیچے اس کے
بچے ہر سرد گرم اور چیل کوے سے محفوظ ہوتے ہیں۔ لیکن ایک دن تو انھیں بھی پرواز

کرنا ہوتا ہے۔ جس دن وہ اپنی پہلی اڑان اڑتے ہیں اسی دن اپنی خوراک اور حفاظت کی ذمہ داری ان کی اپنی ہو جاتی ہے۔"

عشبہ جو نیچے سر جھکائے خاموشی سے ساری بات سن رہی تھی بہت دھیمی آواز میں بولی "جی میں سمجھ رہی ہوں آپ کی بات۔"

"آج سے تمہاری حفاظت کی ذمہ داری تمہاری ہے۔ آج فلم والوں سے ملاقات کے بعد تم واپس طلسماتی محل نہیں آو گی۔ جانے سے پہلے سب سے ملتی جانا۔ راستہ تم نے خود چنا ہے اپنے لئے اب اتار و چڑھاو سے گھبرانا مت بلکہ مضبوطی سے سامنا کرنا۔"

جانم بی عشبہ کی طرف دیکھتے ہوئے بولیں "چلیں"

عشبہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی مگر اس کے قدم اس کا ساتھ نہیں دے رہے تھے۔ بیگم سلطانہ اٹھ عشبہ کے قریب آکر کھڑی ہو گئیں۔ انھوں نے اپنے گلے سے نولکھی مالا اتار کر عشبہ کی طرف بڑھادی۔

"یہ ہمارا پیار ہے جو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گا۔ اگر ہم تمہارے لئے اہم ہیں اور تم ہمیں اپنی آئیڈیل مانتی ہو تو دوسروں کی مدد کرنے کی کوشش کرنا۔ اگر تمہارے پاس طاقت اور پیسہ ہو تو کوشش کرنا اسے کسی کی زندگی بچانے کے لئے استعمال کرنا۔ کبھی کسی سے اس کے رنگ اس کی خوشیاں چھیننے کی کوشش مت کرنا۔ ہمیں لگے گا کہ تم نے ہماری محبت کا حق ادا کر دیا۔"

عشبہ نے مالا اسی پل جانم بی کی طرف بڑھادی کہ اسے پہنا دیں "یہ مالا میں اپنی آخری سانس تک اپنے پاس رکھوں گی۔ اس کا میرے پاس ہر لمحے ہونا مجھے احساس دلاتا رہے گا کہ آپ ہر پل میرے ساتھ ہیں۔ آپ نے جو کچھ بھی مجھے سمجھایا وہ سب باتیں میرے لئے ایسے ہی ہیں جیسے دل پر لکھے نہ مٹنے والے حروف۔"

عشبہ نے ایک بار پھر بیگم سلطانہ کی طرف دیکھا اور دل بھر کر دیکھا۔ اسے ان میں ایک شفیق ماں کی جھلک نظر آئی۔ عشبہ نے بیگم سلطانہ کو مخاطب ہوتے ہوئے کہا "ملکہ صاحبہ کیا

ایک بار بس ایک بار میں آپ کے گلے لگ سکتی ہوں؟"

بیگم سلطانہ نے مسکراتے ہوئے اپنی بانہیں کھول دیں اور عشبہ ایک چھوٹے بچے کی طرح ان کے گلے لگ گئی۔ اسے ایسے محسوس ہوا جیسے وہ اپنی ماں کے گلے لگی ہو۔ جانم بی کی آنکھ نم ہو گئی یہ منظر دیکھ کر۔

جانم بی نے عشبہ کو آواز دے کر واپس اس دنیا کی طرف بلایا اور عشبہ ایک بار پھر نظریں جھکا کر خواب کی دنیا سے حیقیقت کی دنیا میں آ گئی۔ آج عشبہ خود کو بہت مضبوط اور مکمل محسوس کر رہی تھی اور خوش قسمت ترین بھی۔ وہ نہ صرف بیگم سلطانہ سے ملی تھی بلکہ ان کے گلے میں پہنی مالا اب اس کے گلے کی زینت تھی۔ اس کے علاوہ آج وہ اپنی آئیڈیل بیگم سلطانہ کے گلے مل کر آئی تھی۔

****

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

عشبہ تو نایاب محل سے نکل کر راہداری کی طرف خوابوں کی انگلی پکڑ کر چل دی مگر جانم بی وہیں رک گئیں۔ انھوں نے بیگم سلطانہ سے پوچھا "آپ ابھی تک تیار نہیں ہوئیں۔ کیا آپ نہیں جائیں گی؟"

"نہیں جانم بی۔۔ آپ جائیے اور سب بہت اچھے سے پایہ تکمیل تک پہنچا کر آئے گا۔"

"بیگم صاحبہ آپ اکیلی ان اجڑی اور بکھری لڑکیوں کو ان کی منزل تک پہنچاتی ہیں۔ سالوں سے ساتھ ہے آپ کا اور میرا۔ بہت اچھے سے جانتی ہوں آپ کتنی بہادر ہیں۔ آپ کے اپنے کسی کی میت بھی سامنے پڑی ہو تو دشمن کو یہ اندازہ نہیں ہونے دیتیں کہ آپ اس پل میں کمزور ہیں۔ درد اور تکلیف کو چھپا کر مسکرانے کا ہنر آتا ہے آپ کو۔ آپ بہت بہادر اور ہمت والی ہیں۔"

بیگم سلطانہ مسکراتے ہوئے "جانم بی لیٹ مت ہو جائیے گا۔ اپنے ساتھ پھپھل میاں، سوہنی بائی اور رحمان بابا کو لے کر جانا اور خیال رہے عشائیہ ہماری شان کے مطابق ہونا چاہیے

بیگم سلطانہ مسکراتے ہوئے بولیں "جانم بی ہم اکیلے کب ہیں۔ ہمارے ساتھ ہمارس اللہ ہے۔ آپ کی محبت ہے،،بہت سے نیک دل، مخلص لوگ اور این-جی-اوز ہیں جو ہماری دل کھول کر مدد کرتی ہیں اور سب سے بڑھ کر ان سب بچیوں کی دعاوں کی طاقت ہے۔ اپنی آخری سانس تک یہ جنگ لڑیں گے ہم۔بس آپ ہمارے حق میں دعا کر دیا کریں۔"

جانم بی نے مسکراہٹ کا جواب مسکراہٹ سے دیتے ہوئے کہا"آپ کے لئے تو دعائیں دل سے نکلتی ہیں۔"

"مجھے اجازت دیں۔۔"کہہ کر جانم بی بھی چلی گئیں۔

Clubb of Quality Content!

****

ہزار میل لمبی مسافروں۔۔۔

وہ تمام شب کی باتیں۔۔۔

وہ ہماری ستاروں۔۔۔

میں ملاقاتیں۔۔۔

ہمیشہ یاد رکھوں گا۔۔۔

وہ میرے ماضی کی۔۔۔

ہر تلخ یاد کو مٹا دینا۔۔۔

مجھے زندگی کی۔۔۔

جانب بلا لینا۔۔۔

تیرا مجھ کو سمیٹ لینا۔۔۔

ہمیشہ یاد رکھوں گا۔۔۔!!

میں چاند کا تمنائی۔۔۔

بننا نہیں چاہتا۔۔۔

میں خواب کو حیقیقت۔۔

بنانا نہیں چاہتا۔۔۔

کیونکہ چاند اور خواب کو۔۔۔

نادلز کلب
Clubb of Quality Content!

ہم صرف دیکھ سکتے ہیں۔۔۔

پا نہیں سکتے۔۔۔

لیکن اے میرے میسحا۔۔۔

میں تم کو اور۔۔۔

تمہاری میسحائی کو۔۔۔

ہمیشہ یاد رکھوں گا۔۔۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

اس کے آنے سے پہلے ہی اس کے قدموں کی آواز سنائی دینے لگی۔ایک سکون سا آگیا دل میں جیسے کوئی اپنا آگیا ہو لیکن پھر اس نے دل کو سمجھایا کہ "نایاب اپنا تو کوئی ہے ہی نہیں نہ تب تھا اور نہ اب ہے۔جسے اپنا کہتی یا مان لیتی ہوں۔۔۔دنیا اسے چھین لیتی ہے"

نایاب خود سے ہم کلام ہوئی" محسن نقوی نے شائد یہ شعر ہمارے لئے لکھا ہے"

میرے ہاتھوں کی لکیروں میں یہ عیب ہے محسن

میں جس کو چھولوں وہ میرا نہیں رہتا

ایک ڈر سا تھا جو وہ خود کو بھی نہیں بتا پاتی تھی۔ وہ اس کا اپنا تو نہیں تھا لیکن غیر بھی تو نہیں تھا۔ اس کے پاس آنے سے اسے خوف آتا تھا کہ اس کی بدقسمتی شہریار کو نہ لگ جائے اور اس کی دوری سے دل اور بھی زیادہ گھبراتا تھا۔ دل جیسے سہم جاتا تھا۔ وہ کہیں چلا نہ جائے۔ اسے کھو دینے کا ڈر نہیں شاید ایک بار پھر خود کو کھو دینے کا ڈر تھا۔ وہ خود کو سمجھاتی کہ ٹوٹا بکھرا وجود تو سمٹ جاتا ہے لیکن ٹوٹی بکھری روح سمیٹنا مشکل ہی نہیں ناممکن ہوتا ہے۔ اسے ڈر لگتا تھا کہ اگر یہ بھی گم ہو گیا یا دنیا نے اسے بھی چھین لیا تو پھر۔۔۔

****

وہ گہری سوچوں میں گم کتاب پر نظریں گاڑے لان میں بیٹھی تھی۔ بظاہر تو وہ کتاب پڑھ رہی تھی مگر لاشعور میں وہ خود سے ایک جنگ لڑ رہی تھی۔ ایسی جنگ جو وہ دن میں کئی بار

لڑتی تھی۔ اسے قدموں کی آواز سنائی دی۔

"یہ تو شہریار کے قدموں کی چاپ ہے۔۔۔"

پھر خود کو سمجھانے لگی "نایاب یہ محض وہم ہے۔۔ شہریار تو پشاور میں ہے۔"

شہریار کچھ فاصلے پر کھڑا اسے سوچوں میں گم دیکھ رہا تھا۔ وہ اسے ایسے سنبھال کے رکھتا تھا جیسے کانچ کی گڑیا کو سنبھال کے رکھا جاتا ہے کہ ذرا سا زور سے پکڑنے سے ٹوٹ کر کانچ بکھر جائے گا اور پھر نہ تو کانچ اکٹھا ہو سکے گا اور نہ گڑیا جڑ سکے گی۔ کبھی کبھی تو نایاب بھی محسوس کرتی کہ وہ اس کے اندر ہونے والی ٹوٹ پھوٹ اور بکھرے وجود کو دیکھ لیتا ہے۔ وہ اس کے ٹوٹے اس حصے کو بھی دیکھ لیتا ہے جسے وہ دنیا سے تو کیا خود سے بھی چھپا کر رکھتی ہے۔ ہاتھوں میں پھولوں کا گلدستہ پکڑے وہ کچھ قدم دور اس کے چہرے کے اتار چڑھاو دیکھ رہا تھا۔ اس کے اور شہریار کے درمیان کبھی باتوں کی ضرورت ہی محسوس نہیں ہوئی۔ وہ بنا کہے اس کے ہر جذبے کو محسوس کر لیتا تھا۔ اس کے خوف، خوشی، درد اور محبت سب جذبوں کو۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

جذبے کب لفظوں کے محتاج ہوتے ہیں۔ وہ جان جاتا تھا کہ کب نایاب نہ صرف اس سے بلکہ خود سے بھی جھوٹ بول رہی ہے۔ اسے کہہ تو دیتی ہے کہ سب ٹھیک ہے۔۔ لیکن سب ٹھیک نہیں ہوتا۔ اسے کہتی کہ وہ چلا جائے لیکن دل میں چاہتی ہے کہ وہ نہ جائے کیونکہ اس وقت وہ تکلیف میں ہے اور اس کے چلے جانے کے بعد وہ خود کو سمیٹ نہیں پائے گی۔ وہ بہانے سے ٹھہر جاتا۔

نایاب اسے خود سے دور کرنے کی کوشش کرتی اور ساتھ ہی ساتھ اسے کھو دینے کے خوف میں مبتلا رہتی۔ اس کی منتظر تو رہتی لیکن اسے اس بات کا احساس نہ ہو اسی کوشش میں رہتی۔ اسکا خوف اسے آگے نہیں بڑھنے دے رہا تھا۔ اور شہریار کی بے لوث، بے غرض خاموش محبت اس کو شہریار سے دور نہیں جانے دے رہی تھی۔

*****

"شہریار آپ۔۔۔؟"

"اس نے قدموں کی چاپ سے پہچان لیا تھا۔"

سر کو تھوڑا سا خم دے کر پھولوں کا گلدستہ آگے کرتے ہوئے شہریار مسکرایا۔

"آپ جب بھی آتے ہیں بہت حسین گلدستہ ساتھ میں لاتے ہیں۔"

"میرے اختیار میں ہو تو میں تمہارے خوبصورت پاوں کبھی زمین پر پڑنے ہی نہ دوں۔۔ زمین پر ہر طرف پھول بچھا دوں"

نایاب مسکراتے ہوئے "یہ کچھ زیادہ ہی ہو گیا ہے۔ پھولوں کی اتنی توہین انھیں بری لگ سکتی ہے۔"

"میری اتنی اجرت کہاں کہ میں پھولوں کی توہین کروں میں تو تمہارے کی پیروں کی تعریف کر رہا ہوں۔"

نایاب جس کی آنکھیں چند پل پہلے شہریار کے کھو جانے کا سوچ کر نم تھیں۔ مسکرانے

لگیں۔ لیکن شہریار تو جیسے اس کی روح میں جھانک لیتا تھا۔

"نایاب تمہاری آنکھیں بہت خوبصورت ہیں۔ انھیں ہر وقت نم مت رکھا کرو۔"

اس نے تعریف ہی کچھ اس انداز سے کی

اپنی ہی تصویر کو سو بار دیکھا میں نے

نایاب نے نظر اٹھا کر شہریار کی طرف دیکھا تو وہ لان میں اس کے سامنے رکھی کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولا" بھئی ایسے کیا دیکھ رہی ہو۔ میں تو بس اسی لئے کہہ رہا تھا کہ ہر وقت روگی تو چشمہ لگ جائے گا۔۔ پھر یہ موٹی موٹی سنہری آنکھیں چشمے کے پیچھے چھپ جائیں گی۔"

شہریار کی بات پر دونوں ہنسنے لگے۔

****

عشبہ اپنی سب دوستوں سے ملی۔ سب ہی اس کے جانے پر اداس مگر اس کی اپنی من پسند منزل کی طرف سفر پر خوش تھیں۔ نمرہ نے پوچھا" کیا تمہارے بھائی جانتے ہیں تم ہیروئن بننے جا رہی ہو؟"

عشبہ "ہاں۔۔ محل کا جو رابطہ نمبر ہے جو افتخارہ اور ریحانہ ماسی کے پاس ہے۔۔۔اس پر میری بہت بار بات ہوئی ہے ان سے۔ وہ بہت خوش ہیں میرے لئے۔"

سویرا بولی "ہم سب بھی تمہارے لئے بہت خوش ہیں۔"

عالیہ "ہم سب محل کے ٹی وی روم میں اکٹھے بیٹھ کر تمہاری فلم دیکھا کریں گے۔"

اس کی بات پر سب ہنس دیئے۔

عشائیہ کے بعد جانم بی نے عشبہ کی طرف چابیاں بڑھاتے ہوئے کہا "یہ تمہاری ذاتی گھر اور گاڑی کی چابیاں ہیں۔ اب سے تمہارا اس محل سے کوئی تعلق نہیں۔ تمہارے اکاوئینٹ میں اتنے پیسے ڈلوا دیئے گئے ہیں تم سال بھر آرام سے رہ سکتی ہو۔ تم محنت کرنا۔۔اچھا کام کرنا اور فلم انڈسٹری میں اپنا نام اور مقام بنانا۔"

جانم بی اس عشائیہ کے بعد اپنی ٹیم کے ہمراہ واپس محل آ گئیں جبکہ عشبہ اپنی نئی دنیا بسانے اپنے ذاتی گھر کی طرف روانہ ہو گئی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

بیگم سلطانہ بہت مطمئین تھیں۔۔ آج محل کی ایک اور لڑکی نے اپنے خوابوں کی طرف قدم بڑھادیئے تھے۔

****

عشبہ اپنی سب دوستوں سے ملی۔ سب ہی اس کے جانے پر اداس مگر اس کی اپنی من پسند منزل کی طرف سفر پر خوش تھیں۔ نمرہ نے پوچھا "کیا تمہارے بھائی جانتے ہیں تم ہیروئن بننے جارہی ہو؟"

عشبہ "ہاں۔۔ محل کا جو رابطہ نمبر ہے جو افتخارہ اور ریحانہ ماسی کے پاس ہے۔۔۔اس پر میری بہت بار بات ہوئی ہے ان سے۔ وہ بہت خوش ہیں میرے لئے۔"

سویرا بولی "ہم سب بھی تمہارے لئے بہت خوش ہیں۔"

عالیہ "ہم سب محل کے ٹی وی روم میں اکٹھے بیٹھ کر تمہاری فلم دیکھا کریں گے۔"

اس کی بات پر سب ہنس دیئے۔

عشائیہ کے بعد جانم بی نے عشبہ کی طرف چابیاں بڑھاتے ہوئے کہا"یہ تمہاری ذاتی گھر اور گاڑی کی چابیاں ہیں۔اب سے تمہارا اس محل سے کوئی تعلق نہیں۔ تمہارے اکاوئینٹ میں اتنے پیسے ڈلوا دیئے گئے ہیں تم سال بھر آرام سے رہ سکتی ہو۔ تم محنت کرنا۔۔اچھا کام کرنا اور فلم انڈسٹری میں اپنا نام اور مقام بنانا۔"

جانم بی اس عشائیہ کے بعد اپنی ٹیم کے ہمراہ واپس محل آ گئیں جبکہ عشبہ اپنی نئی دنیا بسانے اپنے ذاتی گھر کی طرف روانہ ہو گئی۔

بیگم سلطانہ بہت مطمین تھیں۔۔آج محل کی ایک اور لڑکی نے اپنے خوابوں کی طرف قدم بڑھا دیئے تھے۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

****

عاصم آپریشن تھیٹر سے باہر آیا تو شہریار کو اپنا منتظر پایا۔"شہریار تیری راہ چلتے لوگوں کی مدد کرنے کی عادت کب جائے گی۔اس طرح کسی دن تو کسی بڑی مصیبت میں بھی پھنس سکتا

ہے۔"

"یہ سب چھوڑ اور مجھے یہ بتا کہ ان دونوں کی حالت کیسی ہے؟"

"بچی بہت زیادہ چھوٹی ہے اور اس کے ساتھ اجتماعی زیادتی ہوئی ہے۔۔وہ تو شاید یہاں آنے سے پہلے ہی۔۔۔"

شہریار کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔۔"اور وہ۔۔۔"

"وہ عورت تقریباً چھ ماہ کی حاملہ تھی۔ اس کا بچہ ضائع ہو گیا ہے۔۔۔"

"کاش میں کچھ دیر پہلے پہنچ جاتا۔۔۔۔"

"کاش میں یہ سب ہونے سے بچا لیتا۔۔۔"

"شہریار ہم سب کو نہیں بچا سکتے۔۔اور تم تو ہمیشہ ہی انجان لوگوں کی مدد کرتے ہو۔"

"مہوش بچ تو گئی ہے نا۔۔۔؟"

"ہاں عورت تو بچ گئی ہے۔ لیکن اسے کافی اندرونی چوٹیں آئیں ہیں۔۔جیسے اسے پیٹ پر کسی چیز سے زور سے مارا گیا ہو۔باقی پورا جسم بھی بری طرح زخمی ہے۔جب تک ہوش

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

نہیں آتا۔۔"

"عاصم اور کچھ مت کہنا۔۔اسے ہوش آئے گا۔۔۔"

شہریار کے دل کا درد جیسے آنکھوں میں جھلک رہا تھا۔وہ اسے کیسے بار بار کھو دیتا ہے۔"اب نہیں میرے اللہ۔۔اب کی بار اسے بچالے۔۔۔اسے میرے شہریار خان کے لئے بچالے۔۔اب کی بار اسے میرے مقدر میں لکھنے کے لئے بچالے۔۔۔"

"مہوش ضرور ہوش میں آئے گی۔۔"

"شہریار تو جانتا ہے اس عورت اور بچی کو؟"

"جانتا تو پتا نہیں۔۔۔پہچانتا ضرور ہوں۔۔۔"

"کون ہے یہ عورت اور بچی۔۔؟"

"عاصم برا مت منانا مگر میں اس سوال کا جواب فی الحال نہیں دینا چاہتا۔"

عاصم نے مزید کوئی سوال نہیں کیا۔۔

"میں تو بہت تھک گیا ہوں اور شہریار تم بھی رات بھر کے جاگے ہوئے ہو کچھ دیر آرام کر

لیتے ہیں"عاصم نے شہریار کی آنکھوں کی تھکن دیکھ کر کہا۔

شہریار روہنسی آواز میں بولا"مجھے پھو پھو جان کی طرف جانا تھا۔۔میں اس کے ہوش میں آنے تک پھو پھو جان سے مل آتا ہوں۔۔۔"

"پھو پھو لاہور شفٹ ہو گئیں ہیں۔۔کب؟؟"عاصم نے پوچھا۔

"نہیں شفٹ نہیں ہوئیں البتہ ان کی دو بیٹیوں کی لاہور شادی ہوئی ہے تو انھوں نے یہیں اپنے لئے بھی گھر خرید اہے۔۔امی نے خاص ان سے ملنے کی تاکید کی تھی۔"

"اچھا۔۔اچھا"

"عاصم جہاں تو نے اتنی فیور کی ہے ایک اور کر دے۔۔۔"

"بول یار تیرے لئے تو جان بھی حاضر ہے۔میری اس جان پر تیر ابڑا احسان ہے۔"

"میں نے کوئی احسان نہیں کیا ہوا۔بچانے والی ذات اللہ تعالی کی ہے۔۔میں اپنے دوست سے فیور مانگ رہا ہوں۔"

"ہاں بول میں کیا کر سکتا ہوں تیرے لئے۔۔"

Clubb of Quality Content ناولز کلب

"میرے ملازموں یا میری والدہ کسی کو بھی پتا نہیں چلنا چاہیے کہ جس کو میں ہسپتال لایا ہوں اسے میں جانتا ہوں۔"

عاصم شہریار کی طرف حیران آنکھوں سے دیکھنے لگا۔

"اگر میری والدہ کال کریں یا ملازم پتا کرنے کی کوشش کریں تو یہی پتا چلنا چاہیئے کہ راستے میں زخمی عورت اور بچی دیکھے تو میں انھیں تیرے ہسپتال لے آیا۔"

عاصم مسکراتے ہوئے "جیسے تجھے ٹھیک لگے۔۔"

"لیکن اپنی حالت تو ٹھیک کرلے۔تیری تو آنکھیں سب بتا رہیں ہیں۔۔۔"

"میں اور میرا عملہ تو کچھ نہیں بتائیں گے لیکن تیرے اڑے ہوئے حواس سب بتا دیں گے۔۔۔"

شہریار ہونٹوں پر نقلی مسکراہٹ اور اپنی آنکھوں پر کالا چشمہ لگا کر ہسپتال سے باہر نکلا۔

قدم قدم پہ لطف ہم اٹھانے لگ گئے

حیات کو حادثے حسین بنانے لگ گئے

میاں کسی نے دی نگر بسانے کی صدا
نکل کے دشت سے سو مجنوں آنے لگ گئے
تمہیں جو منزلیں بہت ہی آساں ہیں لگی
وہ پانے میں ہمیں تو ہیں زمانے لگ گئے
جی دشت میں ہمارا جس سمے نہیں لگا
تو نت نئے دیار ہم بسانے لگ گئے
سیاہی ہر سو پھیل گئی جب دیار میں
صراط جگنو کچھ ہمیں دکھانے لگ گئے
ہمارے دل پہ چھپائیں تھیں خزائیں جس سمے
حسین نظارے بھی ہمیں تھکانے لگ گئے

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

وہ محل سے ملحقہ آفس میں بیٹھی گفتگو میں مصروف تھی۔ آفس محل سے ملحقہ تھا۔ اس کا محل کی طرف ایک دروازہ بھی کھلتا تھا۔ یہ بات چند لوگوں کے سوا کوئی نہیں جانتا تھا۔ کیونکہ وہ

دروازہ بیگم نایاب کے کمرے میں تھا جس کے آگے ایک بک شیلف تھا جو ہر وقت فائلز سے بھرا رہتا تھا۔باقی آفس میں کام کرنے والے اور آنے جانے والے باہر کا دروازہ ہی استعمال کرتے تھے۔

نایاب اولڈ ہاوس کی بلڈ نگ کا ٹھیکہ شفیق اینڈ سنز بلڈرز کو دینا تھا اور کام جلد از جلد مکمل کروانا تھا۔ ٹھیکہ دینا تو مشکل کام نہیں تھا مگر اس جگہ پر اولڈ ہاوس بنانے کی اجازت ملنا مشکل کام تھا کیونکہ بڑے بڑے کاروباری لوگوں کی نظر تھی اس جگہ پر۔ کوئی وہاں فائیو اسٹار ہوٹل بنانا چاہتا تھا تو کوئی پلازہ۔ جگہ تو بیگم نایاب سلطانہ کو ہر نے بہت سال پہلے خریدی تھی۔ شفیق بلڈرز کے مالک کا کہنا تھا کہ "کام شروع کرنا تو مشکل نہیں لیکن جب تک کیس جیت نہیں جاتیں بیگم سلطانہ کام شروع کرنے سے بہت سے مسائل درپیش آسکتے ہیں"

جب یہ جگہ بیگم سلطانہ نے خریدی تھی تب اس جگہ کی نہ تو کوئی اہمیت تھی اور نہ ہی اس کے آس پاس سے کوئی سڑک گزرتی تھی۔ پھر حکومت نے موٹروے بنائی تو اس جگہ کی قیمت سونے کی قیمت کی طرح آسمان کی بلندیوں کو چھونے لگی۔ بہت سے لوگوں کے منہ میں

پانی بھر آیا اور بہت سوں نے تو بیگم سلطانہ کے سامنے بلینک چیک رکھ دیئے کہ جتنی چاہے قیمت بھر لیں مگر بیگم نایاب سلطانہ سے زبردستی کوئی کام کروانا مشکل ہی نہیں ناممکن تھا۔ وہ شرافت کی زبان تب تک ہی بولتی تھیں جب تک سامنے والا شریف بنا رہے۔ جب سامنے والا شرافت کا لبادہ اتار دے تو بیگم نایاب سلطانہ سے بڑا کوئی بدمعاش نہیں ہو سکتا تھا۔

آج دو سال بعد اس کے وکلاء کی ٹیم اس کے پاس خوشخبری لے کر پہنچی تھی کہ ہمیں اجازت مل گئی ہے اور کام چاہے آج سے ہی شروع کروالیا جائے۔ وہ بہت خوش تھی۔ شہریار خان بھی کچھ دیر پہلے ہی آیا اور سیدھا اس کے آفس ہی آ گیا۔ وہ جانتا تھا کہ دن کو یا تو وہ آفس میں ملے گی یا پھر کہیں وزٹ کرنے گئی ہو گی۔ شہریار خان سب سن رہا تھا وہ بولا تو کچھ بھی نہیں بس ایک میٹھی سی مسکراہٹ سے بیگم سلطانہ کو کامیابی پر مبارکباد پیش کی۔ بیگم سلطانہ بھی جواب میں مسکرا دیں۔

لفظوں میں اتنی طاقت کہاں ہوتی ہے جتنی خاموشی کی زبان میں۔۔ ان دونوں کے درمیان اکثر خاموشی ہی گفتگو کرتی تھی۔ بیگم سلطانہ نے شفیق بلڈرز کو بھی بلایا ہوا تھا میٹنگ کے

لئے۔۔مبارک باد کا سلسلہ ختم ہوا تو وکیل چلے گئے۔کچھ ہی دیر میں شفیق بلڈرز اپنے بندوں کے ساتھ پہنچ گیا۔وہ وہاں بیٹھا کبھی میگزین پکڑلے اور کبھی اخبار۔۔شفیق بلڈرز کے ساتھ میٹنگ کا دورانیہ کئی گھنٹوں پر محیط تھا۔پہلے بیگم سلطانہ سے سارے معملات طے کئے گئے اس کے بعد نقشے اور دوسرے معملات پر آفس کی ٹیم نے پورا پروجیکٹ دکھایا۔

****

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

آج بیگم سلطانہ بہت خوش تھیں۔دو سال سے جو کام رکا ہوا تھا۔۔آج اس کی شروعات ہو گئی تھی۔آفس میں کافی دیر ہو گئی۔۔

"بہت معذرت آج آپ کا سارا دن انتظار میں گزر گیا۔"بیگم نایاب نے شہریار سے معذرت کرتے ہوئے کہا۔

"میں تو صدیوں سے انتظار کی دہلیز پر کھڑا ہوں۔۔تمہیں بس آج کا انتظار ہی نظر آرہا ہے۔۔آج تو میں پورے ملک کے اخبار اور خبریں پڑھ لیں۔"شہریار خان اخبار میز پر رکھتے

ہوئے بولا۔

بیگم سلطانہ سامنے کھلی فائلز کو بند کرتے ہوئے مسکرائیں "صدیوں سے۔۔۔"

"ہاں۔۔بلکل صحیح کہہ رہا ہوں۔۔ تب سے جب سے مجھے یہ بھی نہیں پتا تھا کہ میں تمہارا انتظار کرتا ہوں۔ بس بہانے بنا کر چلا آتا تھا۔"

بیگم سلطانہ بات بدلتے ہوئے "بہت تھک گئی ہوں۔۔ آپ واپس جائیں گے یا ہمارے ساتھ محل۔۔۔"

" کتنی بے مروت ہو صبح سے بیٹھا ہوں کچھ پل تمہارے ساتھ گزارنے کے لئے اور تم جانے کا کہہ رہی ہو۔"

" نہیں ہم جانے کا نہیں کہہ رہے۔۔ پوچھ رہے تھے۔۔ ہمیں لگا کہ۔۔۔"

"میں تو محل جا رہا ہوں۔۔ ایک کپ چائے اور ساتھ میں سموسے کھانے۔۔ تمہاری مرضی ہے اب یہیں بیٹھو یا چلو"

نایاب مسکرا دی "ہم اب یہاں کیا کریں گے۔"

Clubb of Quality Content

محل پہنچ کر شہریار تو حسب عادت لان میں بیٹھ گیا اور نایاب منہ ہاتھ دھونے اور چینج کرنے کمرے میں چلی آئی۔ کمرے میں داخل ہوتے ہی اس کی نظر اس دیوار پر پڑی جو پورے شیشے کی بنی تھی تو خود کو قد آدم آئینہ میں دیکھ کر مسکرادی مگر آنکھ نم تھیں۔ خود سے ہم کلام ہو کر بولیں

وہ آئینے میں بہت دیر تک دیکھنا خود کو

پھر اپنے ضبط پہ تالی بجا کے رو پڑنا

بیگم نایاب سلطانہ گوہر کپڑے بدل کر منہ ہاتھ دھو کر لان میں گئیں تو شہریار خان وہاں پہلے سے موجود منتظر نظر آرہا تھا۔ بیگم سلطانہ سفید رنگ کے سوٹ میں جس پر ہلکی سی سفید رنگ میں ہی کڑھائی ہوئی تھی بنا میک اپ کے آسمان پر چمکتے چاند سے زیادہ حسین لگ رہی تھیں۔ بیگم سلطانہ کو دیکھ کر وہ احترام میں کھڑا ہو گیا مگر آج خاموش نہ رہ سکا۔ بیگم سلطانہ کے چہرے پر آتی لٹ غضب ڈھا رہی تھی۔

"آج تو چاند نے آسمان پر نکلنے کی زحمت ہی کی ہے زمین کے چاند کے سامنے آسمان کے چاند کی روشنی مانند پڑ گئی ہے" شہریار نے بیگم نایاب کے کان میں سرگوشی کی۔

جواب میں بیگم سلطانہ مسکرا دیں۔ دونوں ہی خاموش تھے۔ کچھ دیر بعد فرح بی چائے اور کچھ لوازمات لے کر پہنچ گئی۔

اب بھی دونوں خاموش تھے۔ ان دونوں کے درمیان خاموشی کا ایک ایسا رشتہ تھا جس کا کوئی نام نہیں تھا مگر بہت پاکیزہ رشتہ تھا۔ روح کا رشتہ۔

"سب سے مشکل اور خوبصورت تعلق روح کا تعلق ہی ہوتا ہے۔ کسی کی روح سے آپ کی محبت ساری زندگی آپ کے ساتھ رہ سکتی ہے۔ یہ شکل و صورت یا عادت کی محبت کی طرح نہیں ہوتی جس سے کچھ مدت بعد اکتاہٹ ہو جاتی ہے۔ روح نکلنے تک یہ محبت قائم رہتی ہے۔ اس میں قسمیں کھانے یا عہد و پیمان کی ضرورت ہی نہیں ہوتی۔"

شہریار خان کی آنکھوں میں بیگم سلطانہ کے لئے محبت کے ساتھ احترام صاف نظر آتا تھا۔ وہ بیگم سلطانہ کی طرف دیکھے بنا، کچھ کہے بنا سب کچھ کہہ دیتا اور بیگم سلطانہ بھی سن لیتیں۔ کافی دیر

خاموشی کے بعد بیگم سلطانہ نے مسکراتے ہوئے دوستانہ انداز میں پوچھا" آئی پسند کوئی لڑکی شریک حیات بنانے کے لئے؟"

بیگم سلطانہ کی نظریں چائے کے کپ پر تھیں۔ شہریار نے بیگم سلطانہ پر ایک گہری نظر ڈالی اور چائے کا سپ لیتے ہوئے کہا" مدتوں سے منتظر ہوں کسی کا۔ نہ وہ حامی بھرتی ہے نہ میں انتظار کرنے سے تھکتا ہوں۔ کبھی تو قسمت کو مجھ پر رحم آہی جائے گا اور وہ حامی بھر ہی لے گی۔"

بیگم سلطانہ کی موٹی موٹی آنکھوں میں جیسے نمی سی آگئی مگر وہ نمی آنکھوں سے باہر نکلنے کی بجائے موتیوں کی شکل میں آنکھوں کے اندر ہی جذب ہو گئی۔ وہ ڈش سے کباب پلیٹ میں رکھتے ہوئے بولیں"شہریار ممکن ہے آپ سراب کے پیچھے بھاگ رہے ہوں۔"

"سراب ہے یا خواب ہے جو بھی ہے مجھے پسند ہے اس میں رہنا اور میں اپنی طرف سے وفا نبھا رہا ہوں بنا کسی تقاضے کے۔"

"نایاب تم سے تو اتنی سی درخواست ہے کہ جب کبھی اس بندہ ناچیز کا خیال آئے تو میری

Clubb of Quality Content

دعا قبول ہونے کی دعا کر دیا کرو۔ ممکن ہے میری دعا کے ساتھ تمہاری دعا مل جائے تو قبولیت کا درجہ حاصل ہو جائے۔"

بیگم سلطانہ نے چائے کا سپ بھرا اور نہایت سنجیدہ انداز میں بولیں "ہم کبھی کسی کا برا نہیں چاہ سکتے تو آپ کا برا کیسے چاہیں گے۔ ہمارے دوست کم اور دشمن زیادہ ہیں۔ ہم اپنی جنگ میں آپ کو شامل نہیں کر سکتے۔"

"میں تمہاری راہ میں تو مدتوں سے کھڑا ہوں۔ تم مجھے اپنی جنگ کا حصہ بناؤ یا نہیں۔۔ میں بن چکا ہوں اور اگر میری جان میرے محبوب کے نام پر جائے گی تو میں سمجھوں گا محبت کا تھوڑا سا حق ادا کر دیا۔"

بیگم سلطانہ کا دل کیا کہ رو دیں مگر مسکراتے ہوئے بولیں "آپ تو شراب کو ہاتھ تک نہیں لگاتے پھر آج بہکی بہکی باتیں کیوں کر رہے ہیں؟"

شہریار خان جو چائے کا آخری سپ لے چکا تھا کپ میز پر رکھتے ہوئے بولا "بہکتا نشے ہے اور نشہ صرف شراب کا نہیں ہوتا، عشق کا نشہ شراب کے نشے سے زیادہ خطرناک ہوتا ہے۔"

بیگم سلطانہ مسکراتے ہوئے بولیں "اچھا"

شہریار خان نے سوالیہ انداز میں پوچھا "جانتی ہو کیوں؟"

بیگم سلطانہ نے مسکراتے ہوئے لاعلمی کا اظہار کیا۔

"شرابی کو نشے کے لئے شراب کی ضرورت ہوتی ہے۔ شراب نہ ملنے پر اس کا نشہ ٹوٹ جاتا ہے مگر عاشق کو نشے کے لئے محبوب کی موجودگی کی بھی ضرورت نہیں ہوتی۔ وہ تو اس کے تصور میں ہی جی لیتا ہے۔ جو انسان بنا ملے، بنا دیکھے، بنا بات کئے دوسرے کو جنون کی حد تک چاہ سکتا ہے سوچو ذرا اس کا تو نشہ کسی وقت بھی نہیں ٹوٹتا تو پھر بڑا نشئی کون ہوا۔"

بیگم سلطانہ نے بس ایک مسکراہٹ میں ہی بات ختم کرنے کی کوشش کی مگر شہریار آج ایک وعدہ لینے آیا تھا یا اپنا فیصلہ سنانے جو کچھ بھی تھا آج وہ بات کسی بھی صورت نامکمل نہیں چھوڑنا چاہتا تھا۔ جانم بی آئیں اور پوچھا کہ "کچھ اور تو نہیں چاہیئے۔"

بیگم سلطانہ جیسے شہریار کی والہانہ عشق یا پھر خود کے اندر چھپے محبت کے جذبے سے بھاگ رہیں تھیں۔ وہ یہ نہیں بتانا چاہتی تھیں کہ ایک مدت سے وہ بھی محبت کی اسی آگ میں تڑپ

رہی ہیں جس میں شہریار خان۔ وہ تو یہ ثابت کرنا چاہتی تھیں کہ وہ چٹان جیسی ہیں جذبات سے عاری۔ انھیں ڈر تھا کہ شہریار خان مزید رکا تو کہیں وہ جان نہ لے۔ بیگم سلطانہ کے دل کا وہ راز جسے انھوں نے خود سے بھی چھپا رکھا تھا۔

"شہریار صاحب کو کافی لیٹ ہو گیا ہے۔ دوسے اوپر کا وقت ہے۔ یقیناً اب شہریار صاحب جانا چاہتے ہوں گے۔"

اس سے پہلے کہ جانم بی کچھ بھی کہتی شہریار خان بولا "جانم بی آج آپ مجھے ایک فیور دیں۔ مجھے ایک کپ کی جگہ دو کپ کافی تھرموس میں بنا کر دیں اور ایک ایک کپ کافی ابھی لا دیں۔ میں اپنی بات مکمل کیئے بنا آج کہیں نہیں جاوں گا اور نہ آپ کی بیگم نایاب سلطانہ کو یہاں سے اٹھنے دوں گا۔

جانم بی مسکرا دیں۔ انھیں مکمل تو پتا نہیں تھا مگر اندازہ ضرور تھا کہ شہریار خان بیگم نایاب کو پسند کرتے ہیں۔ وہ اکثر سوچتی تھیں کہ خوشیوں پر بیگم سلطانہ کا بھی حق ہے۔ جو سب کے

لئے سوچتا ہے۔ سب کا خیال رکھتا ہے کوئی تو ایسا ہو کہ اس کا اس سے زیادہ خیال رکھے۔

وہ "جی ابھی لائی" کہہ کر چلی گئیں۔

شہریار لان میں بچھی آرام دہ کرسی سے اٹھا اور سامنے لگے بڑے سے لوہے کے بنے جھولے پر بیٹھ گیا۔ جس پر بڑا آرام دہ گدا اور ٹیک لگانے کے لئے گدیاں رکھی ہوئیں تھیں۔ یہ جھولا بھی بیگم سلطانہ کو بہت پسند تھا۔ اس میں ایک وقت میں ایک ساتھ تین لوگ آرام سے بیٹھ سکتے تھے۔ بیگم سلطانہ کے سامنے بیٹھ کر بہت مطمئن انداز میں بولا

" تیس بتیس سال پرانا عشق ہے میرا اور عشق جتنا پرانا ہو اتنا ہی زیادہ قیمتی ہو جاتا ہے۔۔۔۔"

"بلکل پرانی شراب کی طرح۔۔۔۔"

"جانتی ہو تم سب۔۔۔"

"اور اگر پہلے نہیں جانتی تھی تو اب تو جان چکی ہو نا۔۔"

"میں تمہیں تب سے چاہتا ہوں جب تم بیگم نایاب سلطانہ گوہر نہیں بلکہ۔۔۔"

"تم میری روح میں بستی ہو۔۔۔"

"میں وقت کو پیچھے کی طرف نہیں چلا سکتا۔۔"

"اپنا یا تمہارا ماضی نہیں بدل سکتا۔۔۔"

"لیکن حال اور مستقبل ہمارے اپنے اختیار میں ہیں۔۔۔"

"شہریار ہماری زندگی ہماری نہیں اب۔۔ آپ سمجھ کیوں نہیں رہے۔۔۔"بیگم نایاب کی آنکھوں میں آنسو چمکنے کی کوشش کرنے لگے۔

"ہم اپنی زندگی واقف کر چکے ہیں ان سب کے لئے.جنکو معاشرہ دھتکار دیتا ہے۔"

"تو میں کب تمہیں تمہاری ذمہ داریوں سے روک رہا ہوں۔۔۔"

"

جانم بی کافی لے کر آئیں تو انھیں اندازہ ہو گیا کہ بیگم سلطانہ اپنے بنائے ہوئے خول سے باہر نہیں نکلنا چاہتیں۔ وہ بنا کچھ کہے وہاں سے چلی گئیں۔

بیگم سلطانہ مسکراتے ہوئے بولیں

چال اپنی کچھ ایسے وقت چل گیا تھا

چھرا کے ہاتھ رقیبوں سے مل گیا تھا

سائے ملے تھے راستے میں ساتھ چلتے

ہر سایہ چل کے کچھ قدم ڈھل گیا

وہ سمجھا میرا درد مگر اس وقت صدف

میں چپ چاپ مٹی میں جب مل گیا تھا

(شاعرہ۔ صدف تزئین)

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

* * * * * * * *

شہریار خان خاموشی سے سنتا رہا۔ بیگم سلطانہ خاموش ہوئیں تو بولا "میں اپنی آخری سانس تک انتظار کر سکتا ہوں، کبھی کسی پل یہ خواہش بھی نہیں کروں گا کہ مجھے تمہیں حاصل کرنا ہے۔ میں تو بس اتنا سا یقین چاہتا ہوں کہ جب کبھی کسی کو اپنانے کی طلب ہو تو ایک بار

میرے بارے میں سوچنا ضرور۔ اگر تب بھی دل میرے حق میں گواہی نہ دے تو مت اپنانا۔ کیونکہ تمہیں چاہنے کے لئے مجھے تمہارا میسر ہونا بھی شرط نہیں۔"

"شہریار تیس سال پہلے ہم بیگم نایاب سلطانہ گوہر نہیں تھے بلکہ۔۔۔"

"تم میرے لئے اب بھی وہی ہو جو پہلے تھی۔۔ بس تم ایک بار خود کو بیگم نایاب سلطانہ گوہر کی نظر سے دیکھنے کی بجائے تیس سال پہلے والی۔۔۔"

"ہمارا انتظار تھکا دے گا اور شائد ہمارا ساتھ برباد کر دے۔۔"

کافی کا خالی میک میز پر رکھتے ہوئے شہریار نے بیگم نایاب کی آنکھوں میں دیکھا" جو تیس سال سے انتظار کر کے نہیں تھکا تو آزمالو۔۔۔ وہ اور تیس سال بھی انتظار کر کے نہیں تھکے گا۔۔۔"

بیگم نایاب صاحبہ "ایک بات یاد رکھنا جو خود برباد ہونے کا خواہش مند ہو اسے کوئی نہیں بچا سکتا۔"

بیگم نایاب جو اندر سے مکمل ٹوٹ پھوٹ کا شکار تھیں۔اپنی اندرونی کیفیت چھپاتے ہوئے بولیں"شاید آپ ابھی تک بیگم سلطانہ کو صحیح سے پہچان نہیں پائے۔۔۔"

"ہم جذبات سے عاری ہیں۔وقت،حالات اور حادثات نے ہم سے ہمارے جذبات چھین لئے ہیں۔۔"

"ہم پر کسی کی محبت یا نفرت کا اثر نہیں ہوتا۔۔۔"

"ہم کتنی بھی کوشش کرلیں کسی بھی جذبے کو محسوس نہیں کرپاتے۔۔۔"

شہریار بیگم سلطانہ کے پاس بچھی دوسری آرام دہ کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولا"مہو۔۔۔"

بیگم سلطانہ نے ایک دم شہریار خان کے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر چپ کروانے کی کوشش کی۔یہ سب اتنی جلدی اور اچانک ہوا کہ جب تک بیگم سلطانہ کو احساس ہوا تب تک شہریار ان کی انگلی کی حدت اپنے ہونٹوں پر محسوس کر کے محذوذ ہو چکا تھا۔ایک سیکنڈ کی بات تھی ساری۔بیگم سلطانہ نے انگلی فوراہی ہٹادی۔مگر پہلی بار وہ شرمندہ انداز میں بولیں"سوری غلطی سے انگلی۔۔۔"

نولز کلب
Clubb of Quality Content!

"مگر ہماری درخواست ہے کہ دوبارہ کبھی ہمیں اس نام سے مت بلانا۔"

شہریار خان مسکراتے ہوئے بولا "سوری کیوں کچھ اچانک کیے گئے عمل بہت حسین ہوتے ہیں۔یہ لمحہ پل کا لمس تیس سال بعد نصیب ہوا ہے۔میں اگلے تیس سال اسی پل،اسی لمس کو محسوس کر کے بہت سکون سے گزار سکتا ہوں"

"تم جو کہہ رہی ہو نا کہ تم جذبات،احساسات اور محبت کے جذبے سے عاری ہو۔یہ جھوٹ تم مجھ سے نہیں خود سے بول رہی ہو۔۔۔"

"تم آج بھی بہت حساس ہو،،بہت محبت کرنے والی اور بہت پرواہ کرنے والی ہو۔۔"

"تب ہی راہ چلتے گمراہ،دھتکارے ہوئے،معذور،اور اجڑے لوگوں کو اپنی محبت سے واپس زندگی کی طرف لاتی ہو۔ان کی فکر میں خود کو کھو دیا ہے تم نے خود کو۔۔۔"

"نایاب تم خود سے بول لو جھوٹ جتنا بولنا ہے مگر مجھے اپنے اس جھوٹ کو سچ ماننے کی ضد مت کرو۔۔۔"

"ہمیں لگتا ہے کہ آپ کو چلے جانا چاہیئے۔ اس سے پہلے کہ زیادہ دیر ہو جائے۔۔۔"

شہریار نے ایک نظر بیگم سلطانہ پر ڈالی اور بولا "میں اسی لئے تو رکا ہوں کہ پہلے ہی بہت دیر ہو چکی ہے۔ مجھے اب کم از کم یہ پریشانی تو نہیں ہو گی کہ کاش میں نے اپنے جذبات کا اظہار اپنی زبانی کر دیا ہوتا تو تم میرے بارے میں ایک بار سوچتی۔ ویسے میں یہ بات جانتا تھا بہت اچھے سے کہ تم میرے ہر احساس اور جذبے سے واقف ہو اور جان کر انجان بنتی ہو۔ خیر میں تمہارا مزید وقت نہیں لوں گا۔ اتنا یقین تو ہے خود کی عاشقی پر کہ روزانہ سہی مگر کم از کم آج نیند آنے تک تمہارے دل و دماغ پر میرا قبضہ رہے گا۔ یہ احساس بھی میرے خوش ہونے کے لئے بہت ہے۔"

شہریار تو "خدا حافظ" کہہ کر چلا گیا مگر بیگم سلطانہ وہیں لان میں بیٹھی آسمان کو دیکھتے ہوئے جانے کب تک شہریار خان کے بارے میں سوچتی رہیں اور جانے کب وہیں ان کی آنکھ لگ گئی۔ ان کی آنکھ صبح فجر کی اذان سے کھلی اور خود کو لان میں پا کر انھیں خود پر حیرت بھی

Clubb of Quality Content

ہوئی اور غصہ بھی آیا۔ اس سے پہلے کہ محل میں کسی کو بھی یہ بات پتا چلتی وہ اپنے کمرے میں آ گئیں۔ جانم بی ہر بات سے باخبر تھیں۔ مگر وہ باخبر ہو کر بھی بے خبر بنی رہیں۔

****

میں لوگوں سے ملاقاتوں کے لمحے یاد رکھتا ہوں
میں باتیں بھول بھی جاؤں تو لہجے یاد رکھتا ہوں
سر محفل نگاہیں مجھ پہ جن لوگوں کی پڑتی ہیں
نگاہوں کے معانی سے وہ چہرے یاد رکھتا ہوں
ذرا سا ہٹ کے چلتا ہوں زمانے کی روایت سے
کہ جن پہ بوجھ میں ڈالوں وہ کندھے یاد رکھتا ہوں
میں یوں تو بھول جاتا ہوں خراشیں تلخ باتوں کی
مگر جو زخم گہرے دیں وہ رویے یاد رکھتا ہوں

وہ کالج سے واپس آئی تو اس وقت تک نہ تو اس کے والد گھر پہنچے تھے اور نہ ہی دونوں بھائی۔

"پیپر کیسا ہوا ہے میری بیٹی کا۔۔"

"وہ تو بہت اچھا ہوا ہے مگر لالہ کہاں ہیں۔۔؟"

"ابھی تک زمینوں سے واپس نہیں آئے۔۔"

"بیٹا آج ہماری پانی کی باری تھی اور جب پانی کی باری ہو تو شام ہو ہی جاتی ہے گھر آتے اور تمہارے بابا تو پہلے ہی کہہ کر گئے تھے کہ شہر سے لوٹنے میں شام ہو جائے گی۔"

ماں بیٹی ابھی باتوں میں مصروف تھیں کہ ہانپتی کانپتی ملازمہ دوڑتی ہوئی آئی

"شانو کیا ہوا ہے۔۔ تو تو ایسے بھاگ رہی ہے جیسے تیرے پیچھے کتے لگے ہوئے ہیں"

"بی بی جی۔۔ بی بی جی۔۔۔"

"ہاں بول بھی کیا بات ہے۔۔۔"

"بی بی جی۔۔ کھیتوں سے عطا بخش آیا ہے"

"تو۔۔کیا ہوا ہے جلدی بول تیرا انداز تو میرا دل بند کر رہا ہے۔"

"بی بی جی۔۔وہ بتا رہا ہے کہ ابرار خان جی کو شبیر خان کی گولی لگ گئی ہے۔دو فائر ہوئے تھے ان کی طرف سے۔"

آسیہ زمین پر گئی تھی"یا اللہ خیر۔۔"

"میرا بیٹا کیسا ہے۔"

"عطا بخش بتا رہا تھا کہ تعاقل خان جی ابرار خان جی کو بڑے ہسپتال لے کر گئے ہیں۔"

"مہوش بیٹا تم اپنے بابا کو کال لگاو ان کو بتاو اور کہو کہ شہر کے ہسپتال جلدی پہنچیں۔"

"شانو تم امی کا خیال رکھو۔ہم بابا جان سے بات کر لیں۔"

مہوش کی بات سن کر جہانگیر خان غصے سے آگ بگولہ ہو گیا۔لیکن اس وقت سب سے پہلے اسے اپنے بیٹے کے پاس پہنچنا تھا۔کوئی آدھے گھنٹے بعد کال آئی کہ ابرار خان اور تعاقل خان کی گاڑی کا ایکسیڈنٹ ہو گیا۔ابرار تو پہلے ہی زخمی تھا۔وہ موقع پر ہی فوت ہو گیا جبکہ تعاقل ہسپتال پہنچ کر اس دنیا سے کوچ کر گیا۔

جہانگیر جان کی تو کمر ٹوٹ گئی۔ وہ ایمبولینس میں دو جوان بیٹوں کی لاشیں گاوں لائے تو پورے گاوں میں ماتم کی صفیں بچھ گئیں۔ جہانگیر خان اور اسکا گھرانہ دریا دلی اور رحم دلی کے معاملے میں دور دراز کے گاوں میں مشہور تھا۔

جہانگیر جان کا بڑا بھائی اورنگزیب خان بھی پہنچا۔ وہ بھی اپنے بھیجتوں سے بہت محبت کرتا تھا۔ جہانگیر بہت بڑے ظرف کا مالک تھا۔ اس نے ایک لفظ بھی نہیں کہا اپنے بڑے بھائی کو۔ اپنا معاملہ اللہ پر چھوڑتے ہوئے اس نے شبیر خان کے خلاف بھی کوئی قدم نہیں اٹھایا۔ البتہ دونوں بھائیوں کے درمیان ہر طرح کی رشتہ داری اور ہمیشہ کے لئے تعلق ختم کر دینے کا اعلان کر دیا جہانگیر خان نے۔

شہریار کے تو ہر دن کی شروعات چاچی کے ہاتھ کے بنے پراٹھوں سے ہوتی تھی۔ اس کا گزارہ ممکن نہیں تھا چاچا کے گھر کے بنا۔ اسے تعاقل اور ابرار سے بھی بہت محبت تھی۔

کیونکہ اس کا اپنا بڑا بھائی تو کبھی دو پل اس کے ساتھ بیٹھا نہیں تھا۔ تعاقل اس سے کافی بڑا تھا لیکن وہ شہریار سے اسکا ہم عمر بن کر ہی بات کرتا اور دونوں میں بہت زیادہ دوستی تھی۔

مہوش کو تنگ کرنا اس کا مشغلہ تھا۔ مہوش خاندان کی پہلی لڑکی تھی جسے کتابوں، آرٹ، شاعری، باغبانی، گھوڑسواری، تیر اندازی الغرض ہر چیز میں دلچسپی بھی تھی اور وہ ہر وہ کام یا کھیل سیکھتی جو اس کو بتائی جاتی کہ مشکل ترین ہے یا لڑکیوں کے لئے ناممکن ہے۔ جہانگیر اور آسیہ نے اپنے بچوں کو سیکھایا تھا کہ مرد عورت کا فرق ہونے کا مطلب یہ نہیں کہ سیکھنے اور آگے بڑھنے پر پابندی ہے۔ جس کا جو دل اور خواہش ہو سیکھے۔ بس زندگی میں دوسروں کو سیڑھی بنا کر آگے کبھی مت بڑھنا۔

شہریار ابرار اور تعاقل کے دنیا کے چلے جانے اور جہانگیر کے گھر جانے پر پابندی کی وجہ سے بیمار رہنے لگا۔ ہر وقت اس کے اداس اور پریشان رہنے کی وجہ سے مسلسل بیمار رہنے لگا۔ بیماری نے اسے چڑ چڑا بنا دیا۔ اس کا اس ماحول سے دور جانا اب ضروری ہو گیا تھا۔ اورنگزیب خان نے اسے ڈگری مکمل کرنے امریکہ بھیج دیا۔ اور نگزیب کب جانتا تھا کہ

شہریار صرف حالات اور حادثات کی وجہ سے بیمار نہیں بلکہ اسے تو عشق کا روگ لگ گیا ہے۔ یہ بات خود شہریار کو بھی امریکہ جا کر پتا چلی جب جگہ، ماحول سب بدلنے کے بعد بھی اسے ہر جگہ مہوش کا چہرہ اور اس کی آوازیں سنائیں دینے لگیں۔

شہریار خود کو مخاطب کر کے کہتا "مہوش میں دور ضرور ہوں مگر میری ہنسی تو تمہارے پاس ہی کہیں رہ گئی ہے۔ اب تو ہنسنوں تو لگتا ہے کہ گناہ کر رہا ہوں یا امانت میں خیانت نے کر رہا ہوں۔

****

کشتی بھی نہیں بدلی دریا بھی نہیں بدلا

اور ڈوبنے والوں کا جذبہ بھی نہیں بدلا

تصویر نہیں بدلی شیشہ بھی نہیں بدلا

نظریں بھی سلامت ہیں چہرہ بھی نہیں بدلا

ہے شوق سفر ایسا اک عمر سے یاروں نے

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

منزل بھی نہیں پائی رستہ بھی نہیں بدلا

بے کار گیا بن میں سونا مرا صدیوں کا

اس شہر میں تو اب تک سکہ بھی نہیں بدلا

بے سمت ہواؤں نے ہر لہر سے سازش کی

خوابوں کے جزیرے کا نقشہ بھی نہیں بدلا

شبیر خان اپنے غصے کی وجہ سے بہت سے لوگوں کو اپنی جان کا دشمن بنا چکا تھا۔ ہر کوئی تو جہانگیر خان اور آسیہ جیسا جگرا نہیں رکھتا کہ دو دو بیٹوں کے قاتل کو معاف کر دے۔ اس کے گناہوں کی سزا اسے ایسی ملی کہ وہ اپنی بیوی کو بیٹے کی پیدائش کے بعد گھر لا رہا تھا کہ کسی نے راستے میں بم بچھا دیا۔ جیسے ہی گاڑی اس راستے پر آئی گاڑی کے پرخچے اڑ گئے۔ اورنگزیب خان بھی اپنے بھائی کی طرح ٹوٹ گیا۔ اس کی بیوی نجمہ نے شہریار کو بلانے کے

لئے کہا تو اورنگزیب نے صاف منع کر دیا کہ شبیر کے گناہوں کی سزا لوگ شہریار کو دیں گے۔ ابھی کچھ وقت اسے وہیں رہنے دو۔

شہریار جب بھی گھر بات کرتا اپنی بہنوں اور ماں سے جہانگیر، آسیہ اور مہوش کا پوچھتا مگر اسے ایک ہی جواب ملتا کہ ہمیں اس گھر کی کوئی خبر نہیں۔ دو سال بعد پتا چلا کہ جہانگیر بہت زیادہ بیمار رہنے لگا ہے تو اس نے اپنے ایک دوست کے بیٹے سے مہوش کی شادی کر دی۔ شادی بہت سادگی سے ہوئی تو خبر پھیلتے بھی چار چھ ماہ لگ گئے۔ جب شہریار تک مہوش کے نکاح کی خبر پہنچی تو وہ ایک بار پھر ٹوٹ گیا۔ وہ پھر بیمار رہنے لگا۔ اداس رہنے لگا۔ اب اورنگزیب اور نجمہ کے اصرار پر بھی اس نے پاکستان آنے سے منع کر دیا۔ اس کی بڑی دو بہنوں کی شادی اس کی غیر موجودگی میں ہوئی۔ اسے مہوش کے بارے میں کبھی کبھی کوئی اطلاع مل جاتی۔ اس کی بیٹی کی پیدائش کی خبر بھی پیدائش کے چھ ماہ بعد شہریار کو ملی۔

شہریار کا پیار، محبت سے بدل کر عشق کے رتبے پر جا پہنچا۔ جہاں اسے مہوش سے محبت کرنے کے لئے مہوش کی موجودگی کی ضرورت نہیں تھی۔ وہ اس کی خوشی میں ہی بہت

خوش تھا۔ اس سب میں اسے جہانگیر چاچا اور آسیہ چاچی کی فوتگی کی اطلاع بھی ملی۔ وہ تب بھی بہت رویا۔ اسے ایسے لگا کہ جیسے اس کا وجود ہی ختم ہو گیا ہو۔ اس نے امریکہ میں اپنا کاروبار شروع کر دیا اور ہر وقت مصروف رہنے لگا۔ وہ یہ سوچ چکا تھا کہ مہوش اس کے مقدر میں نہیں لکھی گئی۔ لیکن اس نے یہ بھی طے کر لیا تھا کہ مہوش سے یک طرفہ محبت ہی اس کے جینے کی وجہ ہے۔

اب اس نے مہوش کے بارے پوچھنا چھوڑ دیا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کی یک طرفہ محبت کا اثر مہوش کی خوشگوار زندگی پر کبھی بھی پڑے۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

اسے نجمہ کی کال آئی۔ وہ بہت زیادہ رو رہی تھی۔ پتا چلا کہ اس کے بابا اور نگزیب کو فالج کا اٹیک ہوا ہے۔ اب وہ رشتوں کو کھونے سے ڈرنے لگا تھا۔ اس خبر کے بعد اس کا مزید امریکہ رکنے کا جواز نہیں بنتا تھا۔ اس کے بابا کو، اس کی ماں کو اس کی ضرورت تھی۔ وہ اگلی ہی فلائٹ لے کر گھر پہنچا۔ گھر سے دور رہتے ہوئے بہت سال ہو گئے تھے۔ وہ گھر پہنچا تو

ویران در و دیوار میں جیسے زندگی کی لہر دوڑ گئی۔ اس نے دل جان سے اپنے والد کی خدمت کی۔ اپنے والدہ اور بہنوں کو پیار دیا۔ زمینوں پر جانا شروع کر دیا۔ اب وہ جان گیا تھا کہ اس کے والدین اور بہنوں کو اس کی ضرورت ہے۔ اس نے اپنی محبت کو اپنی کمزوری نہیں طاقت بنا لیا۔ وہ ہنستا مسکراتا۔ سب کے ساتھ خوش رہتا لیکن تنہائی کے لمحات وہ مہوش کی یاد کے ساتھ گزارتا۔

اسے کوئی خبر نہیں تھی کہ مہوش کس حال میں ہے اور نہ ہی وہ جاننا چاہتا تھا۔ وہ تو بس اللہ باری تعالی سے اس کی خوشیوں کی دعا مانگتا۔ البتہ وہ گھر میں صاف کہہ چکا تھا کہ کوئی شادی کے لئے نہ کہے۔ جب اسے اپنے خوابوں کی شہزادی مل جائے گی تو وہ خود شادی کی حامی بھر لے گا اور اگر کسی نے اسے کسی بھی اور سے شادی کرنے کے لئے زبردستی کی تو وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے امریکہ چلا جائے گا۔

****

حرف غلط نہ تھا مجھ سمجھا گیا غلط

لکھا گیا غلط کبھی سمجھا گیا غلط

بس میں غلط نہ تھا میری باتیں غلط نہ تھ

مجھ کو میرے کلام کو جانچا گیا غلط

میزان درست تھا پلڑے درست تھے

لیکن یہ کون دیکھتا کہ تولا گیا غلط

مجھ میں نہیں تھے عیب کسوٹی میں عیب تھے

میرا تھا یہ قصور کہ پرکھا گیا غلط

طوفان کے بعد اہل تدبر کو سے یہ فکر

ساحل کا تھا قصور دریا گیا غلط

افراد ہے غلط یہ تصورات ہے غلط

یہ اس معاشرے ہی کو ڈھالا گیا غلط

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

وہ آفس میں فائلز میں گم تھی جب جانم بی کی کال آئی

"بیگم صاحبہ آپ سے کچھ ضروری بات کرنا ہے۔۔۔"

"جی بولیں۔۔۔"

"دراصل جب آپ تنہائی میں ہوں تو مجھے بلا لیجئے گا۔۔۔"

"ٹھیک ہے۔۔ تھوڑا سا کام باقی ہے۔ آپ آدھے گھنٹے تک فرح بی کو کہیں کہ چائے لے کر ڈرائنگ روم میں آجائے۔ وہیں آپ سے بھی ملاقات ہوتی ہے۔"

"جی ٹھیک ہے۔۔۔"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

****

پورے آدھے گھنٹے بعد وہ ڈرائنگ روم میں بیٹھی تھی جانم بی کا انتظار کر رہی تھی جب فرح بی چائے اور کچھ لوازمات لے آئیں۔ کچھ دیر میں جانم بی بھی آ گئیں۔ فرح چائے کی ٹرالی رکھ کر چلی گئی تو بیگم نایاب سلطانہ گوہر نے جانم بی کی پریشانی کی وجہ جاننے کی کوشش کی۔

"بیگم صاحبہ شکیل اور رحمان بابا ایک ہی گاوں کے ہیں ناگو تم نگر کے۔۔۔"

"ہاں جانتی ہوں وہ دونوں وہ اکٹھے ہی چھٹی لے گھر گئے ہوئے تھے۔۔۔"

"کیا ہوا جانم بی۔۔ سب خیریت تو ہے نا؟"

"بیگم صاحبہ رحمان بابا کی کال آئی تھی کہ وہ واپس آ رہے تھے تو انھوں نے دیکھا کہ کچھ آوارہ لوگ ایک لڑکے کو تنگ کر رہے ہیں۔ وہ مذمت کرنے کی کوشش کر رہا ہے مگر وہ مسلسل اس کے ساتھ زبردستی کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔"

"اوہ۔۔!!وہ تو رحمان بابا کی گاڑی پر گاوں گئے تھے نا۔۔ تو انھیں کہنا تھا کہ اس لڑکے وہ باحفاظت اس کے گھر پہنچا کر آتے۔۔۔"بیگم نایاب پریشان ہوتے ہوئے بولیں۔

"جی جی بلکل وہ رحمان بابا کی گاڑی پر ہی تھے اور انھوں نے اس لڑکے کو بچا تو لیا مگر وہ لڑکا۔۔۔"

"جانم بی کیا ہوا اس لڑکے کو۔۔"بیگم نایاب نے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

"بیگم صاحبہ وہ مکمل مرد نہیں۔۔ وہ ہجڑا ہے۔۔ اسی لئے وہ لوگ اسے تنگ کر رہے تھے۔۔

وہ کافی زخمی تھا اور رو رہا تھا۔ اسے اس کے گھر واپس نہیں جانا۔ رحمان بابا اسے نزدیکی ہسپتال تو لے گئے ہیں مگر انھوں نے کال کی تھی کہ آپ سے پوچھوں کہ کیا اس بچے کو طلسماتی محل لے آئیں۔۔۔؟"

بیگم سلطانہ کچھ سوچتے ہوئے "ہاں انھیں کہو کہ لے آئیں۔ لیکن جانم بی اس کی رہائش کا انتظام طلسماتی محل میں مت کیجئے گا۔ اس محل میں سب لڑکیاں رہتی ہیں۔ اس کی موجودگی لڑکیوں کو پریشان کرے گی اور وہ بچہ پہلے ہی جانے کتنی اذیت سے گزرا ہو گا تو بہت ساری لڑکیوں میں وہ بھی پریشان ہی رہے گا۔"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"پھر۔۔ پھر بیگم صاحبہ۔۔ یہ بچہ کہاں رہے گا۔۔۔؟"

بیگم سلطانہ مسکرانے لگیں۔ "جانم بی اتنا بڑا ہے نایاب محل۔۔ کتنے ہی گیسٹ روم ہیں۔ آپ ان لوگوں کو ہماری طرف سے اجازت بھی دے دیں کہ وہ اس بچے کو ساتھ لیتے آئیں اور نایاب محل کا ایک گیسٹ روم اس بچے کے لئے تیار کروا دیں۔"

"گیسٹ روم۔۔؟"

"جانم بی کیا ہوا ہے۔۔ایک اس معصوم کے آجانے سے کونسا محل تنگ ہو جائے گا۔"

"جیسے آپ کو ٹھیک لگے۔"

محل میں آنے والا ہر نیا فرد جانم بی کی نگرانی میں دے دیا جاتا تھا اور پھر جانم بی کی ذمہ داری ہوتی تھی کہ اس کی دیکھ بھال کی ذمہ داری کس کو سونپنی جائے۔اس بچے کو جسمانی مرہم پٹی تو راستے سے کروادی تھی رحمان بابا نے لیکن وہ ذہنی طور پر بھی ٹوٹ پھوٹ کا شکار تھا۔

اسے ذہنی طور پر نارمل حالت میں لانے کے لیے خاص اہتمام کیا گیا۔

جانم بی سے بیگم سلطانہ کو اس کی خیریت کی خبر ملتی رہتی تھی۔اسکا نام پوچھنے پر پتا چلا کہ مختلف لوگ اسے مختلف ناموں سے پکارتے تھے۔جب یہ بات بیگم سلطانہ گوہر کو جانم بی سے پتا چلی تو انھوں نے کہا کہ "اسے آج سے بوبی کہہ کر بلایا جائے اور یہ کہ اس کے مکمل ٹھیک ہونے پر میری اس سے ملاقات کروانا۔"

زندگی روٹین میں چل رہی تھی۔بہت سے ملازم تھے طلسماتی محل اور اس میں رہنے والوں کی دیکھ بھال کے لئے۔ہفتے میں ایک بار بیگم سلطانہ گوہر فجر کی نماز پڑھتے ہی محل سے چلی

جاتیں اور رات دیر سے ان کی واپسی ہوتی۔ وہ کہاں جاتیں تھیں اور کیوں جاتی تھیں یہ بات چند لوگوں کے سوا کوئی نہیں جانتا تھا۔ ان چند لوگوں میں جانم بی، ڈرائیور عتیق، عطاء اللہ بھائی، رحمان بابا اور بیگم سلطانہ کے خاص اسکورڈ شامل تھے۔

بیگم سلطانہ کی گاڑی نہ تو محل کے مین گیٹ سے کبھی نکلتی اور نہ ہی داخل ہوتی اس لئے ان کی موجودگی یا غیر موجودگی کا کبھی بھی کسی کو علم نہیں ہوتا تھا۔

بوبی اب کافی سنبھل چکا تھا اور بہت خوش رہنے لگا تھا۔ اسے یہاں آئے دو ماہ ہو چکے تھے جب جانم بی نے بیگم سلطانہ سے کہا کہ "بوبی اب مکمل طور پر ٹھیک ہے اگر آپ چاہیں تو ملاقات کر لیں۔"

بیگم سلطانہ کے کمرے کی ایک دیوار کھڑکی نما دروازہ تھی جو لان میں کھلتی تھی۔ ان کے کمرے سے ملحقہ لان اور محل کے دوسرے لان اور باغ کے درمیان ایک دروازہ تھا۔ جسے صرف اور صرف بیگم سلطانہ کے حکم پر ہی کھولا جاتا تھا۔ ان کے لان میں ایک شیشے کا خوبصورت کیبن بھی بنا ہوا تھا۔ خوبصورت پھول، جھولے کے علاوہ خوبصورت پنجروں میں

Clubb of Quality Content

مختلف نسلوں اور رنگوں کے پرندے موجود تھے۔ بیگم سلطانہ کو پھول، رنگ، خوشبو، پرندے، بارش، بادل، برف باری الغرض ہر خوبصورت چیز اور منظر پسند تھا مگر وہ یہ بات کبھی بھی کسی پر ظاہر ہونے نہیں دیتی تھیں۔

"اسے شام کی چائے پر ہمارے پاس لے آنا۔ آج کی چائے اس کے ساتھ پیئں گے ہم۔"

جانم بی نے سوالیہ انداز میں کہا "یہاں مطلب محل کے اس حصے میں اور شام کی چائے تو آپ لان میں پیتی ہیں نا۔"

بیگم سلطانہ جانم بی کی طرف دیکھتے ہوئے بولیں "آپ اتنی پریشان کیوں ہیں۔ مین لان کا دروازہ درمیان سے کھول کر اسے لان میں لے آئیے گا اور وہاں صرف ہمارے لئے چائے نہیں بلکہ اس کی چائے اور لوازمات بھی لائیے گا۔"

جانم بی نے مسکراتے ہوئے کہا "جی ضرور" اور وہاں سے چلی گئیں۔

مغرب کی نماز کے بعد بیگم سلطانہ گوہر لان میں موجود اپنے پرندوں سے باتوں میں

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

مصروف تھیں جب جانم بی نے آکر کہا کہ "بوبی دوسری طرف ہے اگر اجازت ہو تو اس طرف لے آوں۔"

بیگم سلطانہ لان میں رکھی آرام دہ کرسی پر سکون انداز میں بیٹھ گئیں اور ہاتھ کے اشارے سے اسے بھیج دینے کی اجازت دے دی۔ جانم بی واپس چلی گئیں اور کچھ سیکنڈ بعد وہ بوبی کو ساتھ لے کر بیگم سلطانہ گوہر کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ ان کے پیچھے ہی ملازمہ ٹرالی میں لوازمات اور چائے لے کر پہنچ گئی۔ جانم بی نے اشارہ کیا اور ملازمہ فرح ٹرالی رکھ کر چلی گئی۔ جانم بی خاموشی سے ایک سائیڈ پر کھڑی ہو گئیں۔

بوبی نے بیگم سلطانہ کے متعلق بہت کچھ سن رکھا تھا۔ محل میں موجود ہر انسان ان کی تعریف ہی کرتا تھا۔ جس کی وجہ سے بوبی کو ان سے ملنے اور انھیں دیکھنے کا بہت اشتیاق تھا۔ بوبی اتنی بارعب شخصیت والی خوبصورت عورت کو دیکھ کر جیسے گم سم ہو گیا۔ جانم بی نے بھانپ لیا اور بولیں "پریشان ہونے کی ضرورت نہیں، پہلے تو تم کرسی پر آرام سے ٹیک لگا کر بیٹھو۔ اس کے بعد باتیں ہوں گی۔"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

اب جانم بی نے دو کپوں میں چائے ڈالی اور دوبارہ سائیڈ پر کھڑی ہو گئیں۔ بیگم سلطانہ نے پہلے تو بوبی سے رسمی طور پر اس کا حال اور طبیعت پوچھی تاکہ وہ نارمل محسوس کرے اور بنا کسی گھبراہٹ کے تمام سوالات کے جواب دے سکے۔ بیگم سلطانہ کے شفیق رویے کو دیکھ کر بوبی بہت مطمئن نظر آنے لگا۔ بیگم سلطانہ نے اسے مطمئن دیکھا تو اصلی مودے کی طرف آئیں اور پوچھا "تم گھر سے کیوں بھاگے تھے؟"

بوبی بیگم سلطانہ کے سوال پر پریشان سے زیادہ حیران ہو گیا کہ "انھیں کیسے پتا چلا کہ وہ گھر سے بھاگا ہے جبکہ اس نے آج تک کسی کو کچھ نہیں بتایا اپنے بارے میں۔" بوبی مسلسل خاموش تھا۔

Clubb of Quality Content!

بیگم سلطانہ نے اپنے اسی سوال کو دوسری مرتبہ دوسرے انداز میں دہرایا اور بولیں "ہم تمہاری کہانی تمہاری زبانی سننا چاہتے ہیں مگر جو بھی بتانا مکمل سچ بتانا۔ سچ بولنے والوں کا ہم ساتھ دیتے ہیں۔ جھوٹ اور جھوٹ بولنے والوں سے نفرت ہے ہمیں۔ تم سچ کہو گے مکمل سچ تب ہی ہم تمہارے لئے کچھ کر سکیں گے۔"

بوبی ابھی بھی خاموش تھا۔ جانم بی نے چائے کا کپ بیگم سلطانہ کی طرف بڑھایا۔ بیگم سلطانہ نے چائے کا سپ لیتے ہوئے بوبی کی طرف دیکھا۔ بوبی بولنے کی کوشش تو کر رہا تھا مگر ایک انجانا خوف اسے بولنے نہیں دے رہا تھا۔

جانم بی نے اس کی یہ حالت دیکھی تو بولیں "تم محفوظ ترین جگہ پر ہو یہاں تمہارے ساتھ کوئی غلط سلوک نہیں ہو گا مگر اس محل میں رہنے کے کچھ اصول ہیں اور سب سے پہلا یہ کہ یہاں آنے والے ہر شخص کو اپنے ماضی کے بارے میں سب سچ بتانا ہوتا ہے۔"

بوبی تھوڑا سا مطمئن ہوا۔ جب بولنے کی کوشش کی تو اس کی آواز تو مردانہ تھی جبکہ انداز زنانہ۔ ایک لمحہ کو وہ رک گیا۔ بیگم سلطانہ نے اس کو الجھتے دیکھا تو بولیں "بوبی یہاں کوئی تمہیں پرکھ نہیں رہا۔ تمہاری آواز یا انداز سے کسی کو بھی کوئی فرق نہیں پڑتا۔ تو تم بلا ہچکچاہٹ اپنی بات مکمل کر سکتے ہو۔"

بوبی جیسے کہیں ماضی کی وادی میں کھو سا گیا اور پھر اپنی روانی میں بتاتا چلا گیا کہ "میرا تعلق ایک بہت اچھے اور کھاتے پیتے گھرانے سے تھا۔ میرے سارے تایا اور چاچا کے گھر

ایک ساتھ تھے۔ باہر سے ایک ہی باؤنڈری وال تھی جبکہ اندر سب کے اپنے اپنے گھر بنے ہوئے تھے۔ مجھ سے بڑے دو بھائی اور چھوٹی دو بہنیں ہیں۔ میں حافظ قرآن پاک ہوں۔ میرے والدین نے میرا نام دانش رکھا تھا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے اندر کوئی کمی رکھی ہے۔ وقت گزرنے لگا۔ مجھے اپنی بہنوں کے ساتھ ان کی گڑیوں سے کھیلنا بہت اچھا لگتا تھا۔ بچپن میں یہ عام بات سمجھی گئی۔ پھر مجھے ان کے کپڑے اچھے لگنے لگے۔ درزی سے جب بھی ان کے کپڑے سلائی ہو کر آتے میں چھپ چھپ کر پہن کر دیکھتا۔ مجھے اپنا آپ ان کے کپڑوں میں بہت زیادہ خوبصورت لگتا۔ اب میں عمر کے اس حصے میں تھا جہاں لڑکوں کی آواز اور انداز دونوں ہی بدلنے لگتا ہے۔ میری آواز بدلی ضرور اور بہت بھاری ہو گئی مگر اس کے ساتھ ساتھ میرا انداز بھی بدل گیا بات کرنے کا۔ اب میرے بولنے اور خاص کر ہنسنے پر پابندی لگا دی گئی۔"

بیگم سلطانہ خاموشی اور پوری توجہ سے بوبی کی بات سن رہی تھیں۔ بات کرتے کرتے بوبی کی آواز بھر آئی۔ اس کے رونے کا انداز زنانہ ہی تھا۔ جانم بی نے اسے تسلی دی اور سر پر پیار

دیتے ہوئے بولیں" تمہیں یہاں بولنے، ہنسنے یا رونے پر کوئی کچھ نہیں کہے گا اس لئے تم بنا کسی خوف کے اپنی بات مکمل کرو۔"

بوبی نے اپنی قمیض کے دامن سے آنسو صاف کئے اور دوبارہ بات شروع کرتے ہوئے کہا "اب مجھے بات بے بات میرے والد سے ڈانٹ پڑتی، کبھی بولنے پر، کبھی ہنسنے پر اور کبھی رونے پر۔ بھائی اسکول میں میرے ساتھ کھیلنا تو دور بیٹھنا بھی پسند نہ کرتے اور کہتے کہ میری حرکتیں زنانہ ہیں اور انھیں خود کو میرا بھائی بتاتے شرم آتی ہے۔ میری بہنیں مجھ سے بے پناہ محبت کرتی تھیں مگر وہ مجھ سے اس لئے دور رہتی کیونکہ میرے والد سے انھیں میری وجہ سے ڈانٹ پڑتی کہ میں ان کے ساتھ کھیلنے کی وجہ سے لڑکیوں جیسا بنتا جا رہا ہوں۔ میں کچھ بھی جان بوجھ کر نہیں کرتا تھا مگر گھر کے ہر فرد کو میری ذات سے مسئلہ تھا سوائے میری امی کے۔ میری امی سارا دن میری وجہ سے ڈانٹ سنتیں، جب میرے والد سزا کے طور پر میرا کھانا بند کر دیتے تب بھی امی سب سے چوری مجھے اپنے ہاتھ سے نوالے بنا کر کھانا کھلاتیں۔ وہ مسلسل روتیں اور مجھے بہت پیار سے سمجھاتیں کہ میں اپنے والد کے لئے

دل میلا نہ کروں بلکہ وہ جو بھی کہتے ہیں میرے ہی بھلے کے لئے کہتے ہیں۔

میرے والدین دونوں ہی جانتے تھے کہ خدا نے مجھ میں کمی رکھی ہے، مجھے نامکمل بنایا ہے۔

مگر یہ بات وہ تسلیم ہی نہیں کرنا چاہتے تھے۔ میرے بھائی اور کزنوں نے کبھی مجھے کسرہ، کبھی نامرد اور کبھی ہجڑا کہنا شروع کر دیا۔"

بوبی چپ ہو گیا جیسے وہ کچھ کہنا تو چاہتا ہو مگر کہہ نہ پا رہا ہو۔ بیگم سلطانہ نے جانم بی سے کہا کہ "ہمیں تو مزید چائے کی طلب ہو رہی ہے اور یقیناً بوبی بھی پیئے گا تو فرح بی سے کہہ کر گرما گرم چائے منگوائی جائے۔"

اس کے بعد بوبی کی طرف دیکھ کر بولیں "بچے آپ اپنی ہر بات یہاں کر سکتے ہو۔ کس نے کیا کہا اور کیا کیا۔ کیونکہ جب تک آپ کے اندر کا درد باہر نہیں آئے گا آپ ماضی کی تکلیف سے نہیں نکل پاؤ گے تب تک آپ بہتر مستقبل کو اپنانے کے لئے ذہنی طور پر تیار نہیں ہو گے۔"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

بوبی جو بات ادھوری چھوڑ کر دوبارہ رونے لگا تھا۔ بیگم سلطانہ کے محبت بھرے انداز سے اسے حوصلہ تو ملا مگر اسے یہ سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ وہ بات کیسے بتائے۔ اس نے ادھر ادھر دیکھنا شروع کیا جیسے وہ چاہتا ہو کہ اس کی بات کوئی اور نہ سن لے ورنہ اس کے ساتھ وہی سب نہ ہو جو ماضی میں ہوا تھا۔ بیگم سلطانہ اس کے انداز سے سمجھ گئیں اور بولیں "اس وقت یہاں ہم دونوں کے سوا تیسرا کوئی نہیں اور جو بھی بات تم بتاؤ گے وہ ہم دونوں کے سوا کبھی کسی تیسرے کو پتا نہیں چلے گی۔"

بوبی آگے کی طرف جھکا جیسے وہ رازداری سے کچھ کہنا چاہتا ہو۔ بیگم سلطانہ نے دیکھا کہ جانم بی اس طرف ہی آ رہی ہیں تو انھوں نے انھیں ہاتھ کے اشارے سے وہیں رک جانے کو کہا۔ وہ نہیں چاہتی تھیں کہ جانم بی کی موجودگی میں بوبی گھبرا جائے اور اپنی بات مکمل نہ کر پائے۔ بیگم سلطانہ کو اندازہ تو تھا کہ وہ کیا تکالیف ہیں جن سے وہ گزرا ہے مگر وہ پھر بھی اسی کی زبانی سننا چاہتی تھیں تاکہ اس کے اندر کا سارا غم و غصہ اور خوف باہر آ جائے۔ بوبی نے اپنی آواز بہت ہی آہستہ کر دی۔ اس نے جانم بی کو نہیں دیکھا تھا اس کی ان کی طرف پشت

تھی اور جانم بی اتنے فاصلے پر تھیں کہ وہ کچھ بھی سن نہیں پائیں۔

بوبی کے لہجے اور آنکھوں میں اس کرب کو دیکھا اور محسوس کیا جا سکتا تھا جس سے وہ گزرا تھا۔ وہ بتا رہا تھا کہ "میرے والد کسی کام سے گھر سے دو دن کے لئے گئے ہوئے تھے۔ میرے تایا اور چاچا بھی ساتھ گئے تھے جب کہ ان کی فیملی وہیں تھیں۔ اکثر رات کو سارے کزن بیٹھک میں اکٹھے ہو جاتے اور گپیں لگاتے مگر مجھے کوئی اپنے ساتھ نہ بیٹھاتا بلکہ میرا اس طرف جانا بھی منع تھا۔ میرا کبھی کبھی بہت دل کرتا کہ سب مجھ سے بھی باتیں کریں مگر میرے ساتھ تو ایسا رویہ رکھا جاتا جیسے مجھے چھوت کی بیماری ہے۔ اس رات۔۔۔اس رات"

بوبی کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے اور آواز کہیں ان آنسوؤں میں دب گئی۔ وہ بولنا چاہتا تھا مگر بول نہیں پا رہا تھا۔ جانم بی کچھ سن تو نہیں پا رہی تھیں مگر سب محسوس کر رہیں تھیں۔ بیگم سلطانہ کے اشارے پر وہ آگے آئیں اور بوبی کو گلاس میں پانی ڈال کر دیا۔ اتنے میں فرح بی چائے بھی لے آئی۔ فرح بی ہمیشہ جتنی خاموشی سے آتی تھی اتنی ہی خاموشی سے واپس چلی جاتی تھی۔ اس کا انداز ایسا تھا جیسے وہ بہری اور گونگی ہو مگر ایسا نہیں تھا۔ وہ سب

Clubb of Quality Content

سن اور بول سکتی تھی مگر وہ جانتی تھی یہ وہ جگہ ہے جہاں اتنا ہی سننا ہے جتنا ضروری ہے اور اتنا ہی بولنا ہے جتنا سوال کیا جائے۔

پانی پی کر بوبی کی حالت کچھ بہتر تو ہوئی مگر بات مکمل کرنا جیسے اس کے لیئے اب بھی بہت مشکل تھا۔ جانم بی نے چائے بنا کر بیگم سلطانہ کو دی اور خود واپس دور چلی گئیں کیونکہ بوبی نے چائے کا کپ پکڑا ہی نہیں۔ اس کے ہاتھ میں لرزش تھی۔ وہ سب بتانا چاہتا تھا۔ وہ اپنے ہی خون کے رشتوں سے ملی اذیت کو سہہ کر تھک چکا تھا مگر لفظ اس کا ساتھ نہیں دے رہے تھے۔ بیگم سلطانہ بہت سکون اور خاموشی سے بوبی کے بولنے کا انتظار کر رہیں تھیں۔

بوبی نے اب تک صرف ایک بار بیگم سلطانہ کی طرف دیکھا تھا جب وہ ان سے بات کرنے وہاں آیا تھا اور تب ہی اس کے دل نے گواہی دی کہ یہی وہ انسان ہے جس کے پاس اس کے درد کا مرہم ہے۔ یہ ہمدرد ہے، یہ مہربان ہے۔

بوبی کی آواز دوبارہ بھر آئی وہ بولا "اس رات گھر میں نہ تو ابو تھے نہ کوئی تایا یا چاچا۔ بس میرے دادا ابو تھے جو بہت زیادہ ضعیف تھے اور چلنے پھرنے سے قاصر تھے۔ میرے تایا

Clubb of Quality Content

ابو کے بیٹے نے کہا کہ "تم کیوں نہیں ہمارے ساتھ بیٹھک میں آتے۔"

میں نے حیران ہو کر پوچھا "میں"

تو وہ بہت محبت سے بولا کہ "ہاں نا سب کزن اکٹھے ہوتے ہیں گپ شپ لگاتے ہیں۔ مل کر کھانا کھاتے ہیں تم ہمارے ساتھ کیوں نہیں آتے۔ آج رات تم بھی آنا۔ ویسے بھی صبح اتوار ہے چھٹی ہے دیر تک محفل لگے گی۔"

میں بہت خوش تھا کہ سب کزنز کے ساتھ آج میں بھی مزے کروں گا۔ عشاء کے بعد سب ہی چلے گئے۔ میری امی نے مجھے منع بھی کیا مگر میں کچھ دیر بعد امی سے چوری چلا گیا۔ مجھے وہاں دیکھ کر پہلے تو سب میرا مذاق اڑانے لگے۔ پھر مجھے پیار سے کہا کہ "چل ڈانس کر کے دکھا۔"

میں سمجھ ہی نہیں سکا کہ وہ ایسا کیوں کہہ رہے ہیں۔ میرے تائے کے بیٹے نے جو ہم سب میں بڑا تھا میرے جسم کو غلط انداز میں چھونا شروع کر دیا۔ میں نے بہت کوشش کی کہ وہ مجھے اس طرح نہ چھوئے مگر جتنا میں اس سے دور ہونے کی کوشش کرتا وہ میرے

پاس آتا اور باقی سب میرے اوپر ہنسنے لگتے۔ ان ہنسنے والوں میں میرے دونوں بھائی بھی شامل تھے۔ میرا ایک کزن بولا "کل بھی تم نے یہی کرنا ہے تو آج کیوں نہیں۔ شروعات تو گھر سے کرنی چاہیئے۔ باہر والوں کو تو ساری زندگی خوش کرتے رہو گے۔"

بوبی کی آواز کانپنے لگی۔ بیگم سلطانہ کو پہلے ہی اندازہ تھا کہ کچھ ایسا ہی ہوا ہو گا مگر اپنوں نے کیا اس بات کا اندازہ نہیں تھا۔ بوبی کانپنے لگا۔ بیگم سلطانہ اپنی کرسی سے اٹھیں اور بوبی کے سر پر پیار دینے کے بعد اسے پانی دیا۔ کچھ دیر خاموشی رہی۔ بیگم سلطانہ نے جانم بی سے کہا کہ "وہ ڈنر یہیں بوبی کے ساتھ کریں گی۔"

جانم بی یہ سن کر چلی گئیں۔

بوبی کچھ سنبھلا تو دوبارہ بات شروع کرتے ہوئے بولا "اتنی بے حسی تھی میرے اپنے کزنز میں جو میرے بھائیوں جیسے تھے۔ انھوں نے مل کر میری شلوار کھینچنا شروع کر دی۔ میں نے شور مچانے کی کوشش کی تو ایک کزن نے جو کافی بھاری جسم کا مالک تھا اس نے میرے منہ پر بہت زور سے ہاتھ رکھ دیا۔ میرے بھائیوں کو اب ڈر لگنے لگا کہ جب گھر کے

بڑوں کو پتا چلے گا تو کیا ہو گا خاص کر ابو کو تو انھوں نے میرے اس کزن (رضوان) کو روکنے کی کوشش کی۔ رضوان اور عرفان بولے یہ تو ہجڑا ہے۔ اس نے یہی کچھ ساری زندگی کرنا ہے تو سب سے پہلے ہم ہی مزا کیوں نہ لے لیں۔ تمہیں کیا تکلیف ہے آؤ تم بھی مزے لو۔ یہ کہہ کر وہ میرے ساتھ زبردستی کرنے لگے۔ سب نے باری باری مجھے زیادتی کا نشانہ بنایا سوائے میرے بھائیوں کے۔ میں بہت بری طرح زخمی ہو گیا اور میرے جسم کے مختلف اعضاء سے خون آنے لگا۔ اس کے بعد وہ مجھے اٹھا کر گھر کے مین گیٹ کے باہر کی طرف پھینک آئے۔ میں تو زخمی تھا چلنے پھرنے سے قاصر۔ آدھی رات کے بعد گاڑی گیٹ کے قریب رکی تو سب سے پہلے میرے چاچا کی مجھ پر نظر پڑی اور وہ بہت پریشان ہوئے۔ میرے تایا ابو اور ابو نے مل کر مجھے گاڑی میں ڈالا اور ہسپتال لے کر گئے۔ وہاں تشخیص کرنے پر پتا چل گیا کہ میرے ساتھ اجتماعی زیادتی کی گئی ہے۔"

بیگم سلطانہ کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں۔ انھیں اس پر بہت پیار آرہا تھا جیسے ایک ماں کو اپنے بچے پر۔ ماں کے لئے یہ بات معانی نہیں رکھتی کہ بچے میں کیا نقص ہے۔ ماں کو تو

نقص نظر ہی نہیں آتا۔ وہ تو اپنے بچے کو زمانے کی ہر بری نظر سے بچا کر چھپا کر رکھنا چاہتی ہے۔ بیگم سلطانہ نے بھی ایک لمحہ کو ایسا ہی سوچا مگر وہ بس ایک کمزور لمحہ تھا۔ وہ جب خود کمزور نہیں تھیں تو ان کی آواز کیسے کمزور ہو سکتی ہے۔ انھوں نے ٹھان لیا کہ اسے اتنا مضبوط بنائیں گی کہ مستقبل میں وہ کسی کے ساتھ زیادتی ہوتے دیکھے تو روکنے کی ہمت بھی رکھتا ہو اور طاقت بھی۔

بیگم سلطانہ نے اس سے پوچھا "تمہارے گھر کے مردوں نے خاص کر تمہارے ابو نے تم سے پوچھا نہیں تمہاری یہ حالت کس نے کی؟"

بوبی جواب اس وقت کے درد کو اب بھی محسوس کر کے بچے کی طرح رو رہا تھا بولا "پوچھا تھا مگر میرے جواب پر انھیں یقین نہیں آیا۔ خاص کر میرے ابو اور چاچا کو۔ تایا ابو کو شاید یقین تھا۔ وہ اسی لئے خاموش بھی رہے اور گھر میں انھوں نے سب سے اس بارے میں پوچھا بھی۔ مگر سب نے انکار کر دیا۔ میرے تایا ابو نے یہ طے کیا کہ میرے گھر جانے کے بعد ہی فیصلہ کریں گے اور مجرم کو سزا بھی دیں گے۔"

بیگم سلطانہ پوری توجہ سے بوبی کی بات سن رہی تھیں۔ بوبی نے کہا "آپی" پھر چپ ہو گیا۔ بیگم سلطانہ کے لئے یہ لفظ نیا تھا انھیں کوئی بھی اس نام سے مخاطب نہیں کرتا تھا۔ سب انھیں میم یا میڈم یا بیگم صاحبہ کچھ لوگ ملکہ اور کچھ ملکہ ماں بھی کہتے تھے مگر آپی ابھی تک کسی نے نہیں کہا تھا۔

بوبی نے سوالیہ نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا "کیا میں آپ کو آپی کہہ سکتا ہوں۔"

بیگم سلطانہ مسکراتے ہوئے بولیں "ہاں کہہ سکتے ہو۔"

بوبی نے بات دوبارہ شروع کی اور بتانے لگا کہ "سب کو ہسپتال آنے سے بھی تایا ابو نے منع کر دیا تھا۔ میرے پاس میری امی رہ رہی تھیں اور تایا ابو خود دن میں جب وقت ملتا تو مجھے دیکھنے آجاتے۔ ایک ہفتہ شاید میں ہسپتال رہا پھر مجھے چھٹی مل گئی۔ امی کو میری ہر بات پر مکمل یقین تھا۔ امی تو ہر وقت میرا ماتھا چومتیں اور اللہ سے رو رو کر کہتیں کہ تیری مخلوق ہے میرے اللہ۔ میرے بچے کو اس ظالم دنیا سے بچالے یا پھر اٹھالے۔ جب میں گھر آیا تو میرے بھائی مجھے دیکھنے بھی نہیں آئے البتہ میرے تائے کا بیٹا رضوان آیا اور مجھے دھمکا

کر گیا کہ "اگر گھر میں کسی کو بھی تم نے کچھ بھی بتایا کہ اس دن جو کیا تھا وہ یاد کر لینا۔۔۔ اب کی بار تمہارا اس سے زیادہ برا حال کر دیں گے ہم سب۔ خبر دار جو ہم میں سے کسی کا بھی نام تمہاری زبان پر آیا۔"

میں امی کو سب بتا چکا تھا ہر بات اور پوری تفصیل۔ امی میرے بھائیوں سے بات نہیں کر رہیں تھیں۔ کزن ابھی کمرے میں ہی موجود تھا جب امی کمرے میں آئیں میرے لئے سوپ بنا کر لائیں۔ امی کو دیکھ کر وہ بوکھلا گیا اور بولا "چاچی میں پوچھنے آیا تھا کچھ چاہیئے تو نہیں میں مارکیٹ تک جا رہا ہوں۔" امی نے کوئی جواب نہیں دیا اور وہ میری طرف گھورتے ہوئے کمرے سے نکل گیا۔"

بوبی رونے لگا اور اسے ہچکیاں لگ گئیں۔ بیگم سلطانہ کی آنکھیں بھی نم تھیں۔ انھیں خبر بھی نہ ہوئی کہ وہ رو رہیں ہیں۔ بوبی سترہ اٹھاراں سال کا بچہ تھا۔ اسے اپنوں نے ہی گھرے گھاو دیئے تھے۔

بوبی نے آنسو اپنی قمیض کی آستین سے صاف کئے اور بولا "امی نے مجھ سے پوچھا کہ یہ کیا کہہ

رہا تھا بناڈرے مجھے سب بتاو۔ "

ایک امی ہی تو وہ انسان تھیں جن سے مجھے ڈر نہیں لگتا تھا۔ میری بہنیں بھی بہت اچھی تھیں مگر وہ ابو کی مار سے بہت ڈرتی تھیں اس لئے ابو کی غیر حاضری میں میرے پاس آتیں۔

میں نے امی کو سب بتا دیا۔ امی رونے لگیں پھر ایک دم اپنے آنسو صاف کر کے بولیں

"دانش بیٹا تم کسی کے بارے میں کچھ نہیں کہو گے۔ تم بس میری ہاں میں ہاں ملانا۔ جس کو جو بھی کہنا ہو گا میں خود کہوں گی۔ "

جانم بی کے پیچھے پیچھے فرح بی ٹرالی میں کھانا سجائے لا رہی تھی۔ بیگم سلطانہ نے فرح سے کہا کہ وہ کھانا رکھ کر چلی جائے اور جانم بی کو اشارہ کیا کہ وہ وہیں ان کے پاس بیٹھ جائیں۔

فرح بی کی موجودگی میں بوبی چپ ہو گیا تھا۔ وہ چلی گئی تو اس نے ایک نظر جانم بی کی طرف دیکھا۔ بیگم سلطانہ نے پوچھا "بوبی اگر تم بات جانم بی کے سامنے نہیں کرنا چاہتے تو وہ بھی چلی جاتی ہیں۔ "

بوبی آنسو پونچھتے ہوئے مسکرا دیا اور بولا" آپ سے پہلے کسی نے ماں کی کمی پوری کی تو وہ جانم

بی ہی تھیں۔ مجھے کوئی مسئلہ نہیں اگر وہ میری بات سن لیں دراصل پہلے میں بہت گھبرایا ہوا تھا کہ میری بات سن کر آپ مجھے یہاں سے بھی تو نہیں نکال دیں گی جیسے ابو نے مجھے گھر سے نکال دیا تھا۔"

بیگم سلطانہ نے سوالیہ انداز میں پوچھا" تمہیں کیا تمہارے کے ابو نے گھر سے نکالا تھا؟"

بوبی نے جہاں بات چھوڑی تھی وہیں سے شروع کرتے ہوئے کہا"شام کو جب عدالت لگی تو سارا گھر وہاں موجود تھا تو میرے تایا ابو نے میرے سر پر شفقت سے ہاتھ رکھتے ہوئے کہا"بیٹا دانش بنا کسی سے بھی ڈرے سچ کہو کیا ہوا تھا اس رات۔ اپنے ابو سے بھی مت ڈرنا۔"

مجھے نہیں پتا تھا کہ کیا کہنا ہے۔ میرے کانوں میں میرے کزن کے جملے گھومنے لگے اور میں رونے لگا۔ میری امی بولیں"بھائی جان دراصل میں نے دانش کو دہی لینے بھیجا تھا وہ دہی لے کر واپس آرہا تھا کہ کچھ آوارہ لڑکوں نے اسے گھیر لیا اور دانش کی وہ حالت بنادی۔"

تایا ابو بولے"بھابی اس بات میں کتنی صداقت ہے۔"

Clubb of Quality Content!

میری تائی امی اور چاچی بھی جانتی تھیں کہ امی جھوٹ بول رہیں ہیں مگر سب خاموش تھے۔

امی کی آنکھیں آنسوؤں سے بھری ہوئیں تھیں بولیں "ماں ہوں جھوٹ کیوں بولوں گی۔"

ابو نے سب کے سامنے امی پر چلانا شروع کر دیا کہ "ایک تو نامرد پیدا کیا ہے اوپر سے اسے آدھی رات کو گھر سے باہر بھیج دیتی ہو۔ ایسے ہجڑوں کو تو دن میں ہتھکڑیاں پہنا کر کمرے میں بند رکھنا چاہیئے۔ گھر کے باقی سارے لڑکے کیا مر گئے تھے کہ تم نے اس ہجڑے کو بھیج دیا۔"

امی بس خاموشی سے روتی رہیں اور ابو چلاتے رہے۔ ابو کو اس طرح زور زور سے چلاتے دیکھ کر میں اونچی اونچی رونے لگا۔ ابو کمرے سے باہر گئے اور کچھ دیر بعد لوہے کا پائپ اٹھا لائے جس سے انھوں نے مجھے مارنا شروع کر دیا۔ میرے تایا ابو، چاچا، امی سب مجھے بچاتے رہے۔ تایا ابو نے میرے ابو کے ہاتھ سے پائپ چھین لیا اور کہا کہ "پاگل ہو ایک تو پہلے ہی بچہ اتنی تکلیف سے گزرا ہے اور اب تم زیادتی کر رہے ہو۔"

دادا ابو بھی رو رہے تھے بس بنا آواز کے۔ تایا ابو نے امی کو کہا کہ "مجھے یہاں سے لے جائیں

اور ساتھ میں تاکید کی کہ میرا پورا خیال رکھیں۔"

جانم بی کی بھی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں۔ وہ بولیں "تم خوش قسمت ہو۔۔۔ کوئی تو تھا تمہارا ساتھ دینے کے لئے۔"

بوبی روہنسی ہو کر بولا "ابو نے تو امی سے بھی بات چیت بند کر دی۔ یہاں تک کہ امی کا اپنے کمرے میں داخلہ بھی بند کر دیا۔ تائی امی میری امی کو سمجھاتیں کہ وقتی غصہ ہے۔ جب اترے گا تو سب ٹھیک ہو جائے گا۔ اب میرا گھر سے تو کیا کمرے سے باہر نکلنا بھی بند ہو گیا۔ بات سارے محلے تک میرے کزن پہنچا چکے تھے کہ "دانش تو ہجڑا ہے اس کے ساتھ اجتماعی زیادتی ہوئی ہے۔ رات کے اندھیرے میں۔"

ابو، تایا ابو چاچا سب ہی مسجد میں فجر اور عشاء کی نماز لازمی پڑھتے تھے۔ ابو نماز پڑھ کر واپس آنے لگے تو امام مسجد نے ابو سے کہا کہ "مجھے آپ سے کچھ بات کرنی ہے دو منٹ اپنے قیمتی وقت میں سے دیں گے۔"

ابو وہیں مسجد میں امام مسجد کے پاس بیٹھ گئے۔ وہ بولے کہ "محلے بھر میں آپ کے بیٹے

دانش کو لے عجیب عجیب باتیں پھیلی ہوئی ہیں۔ آپ بھی بیٹیوں والے ہیں اور آپ کے

بھائیوں کی بھی ماشاءاللہ بیٹیاں ہیں۔ کل کو جب آپ میں سے کسی کو بھی بیٹی کا رشتہ کرنا ہو گا

تو آپ کے اس بیٹے کی وجہ سے اچھے اچھے رشتے واپس چلے جائیں گے۔"

شاید میرے ابو کے دل کو یہ بات لگ گئی۔ امام صاحب بولے "میرا مشورہ ہے یا تو اسے

کھانے میں ملا کر کچھ دے دیں اور اس کی موت کو حقیقی موت قرار دے دیں یا پھر اسے

یہاں دور کہیں چھوڑ آئیں۔ ہم سب محلے والے اس کار خیر میں آپ کا بھرپور ساتھ دیں گے۔

اس طرح نا صرف آپ کے گھر کی عزت بچ جائے گی بلکہ آپ کے گھر کے اس ناکارہ فرد کی

وجہ سے ہم سب کے لڑکوں کے خراب ہونے کا جو خدشہ ہے وہ بھی ختم ہو جائے گا۔"

بیگم سلطانہ تو سنتی زیادہ اور بولتی کم تھیں مگر جانم بی انھیں تو بولنے سے کوئی روک نہیں سکتا

تھا۔ وہ بوبی کی طرف دیکھ کر بولیں "خون ہی جب سفید ہو جائے تو کسی غیر سے کیا شکوہ۔"

جانم بی چپ ہوئیں تو بوبی نے دوبارہ بات شروع کی۔ ایسے محسوس ہو رہا تھا کہ اس پل وہ

اپنے اندر کا سارا غبار نکال کر خود کو درد سے آزاد کرنا چاہتا تھا۔

"میرے ابو گھر آئے تو وہ حتمی فیصلہ کر کے آئے تھے جیسے۔ اس دن کے بعد سے رات امی میرے کمرے میں ہی سوتی تھیں۔ ایک تو ابو نے ان کا اپنے کمرے میں داخلہ بند کر رکھا تھا دوسرا امی کو ڈر لگتا تھا کہ کہیں کوئی پھر میرے ساتھ کچھ غلط نہ کر دے۔ ابو میرے کمرے میں آئے اور بنا میری طرف دیکھے امی سے اپنے کمرے میں چل کر سونے کو کہا۔ امی مجھے اکیلا چھوڑ کر نہیں جانا چاہتی تھیں مگر ابو کو انکار کرنا بھی ممکن نہیں تھا۔ "

امی نے میرے سر پر پیار دیتے ہوئے کہا "دانش رات کو ڈر لگے تو میرے پاس آجانا۔ "

آدھی رات کو ابو میرے کمرے میں آئے۔ مجھے اکیلے ہونے کے خوف سے نیند نہیں آ رہی تھی۔ کمرے میں ابو کو دیکھ کر میں ڈر گیا اور آنکھیں ایسی بند کر لیں جیسے میں سویا ہوا ہوں۔ ابو نے کمرے بچھی چارپائی جس پر امی سویا کرتی تھیں اس سے تکیہ اٹھایا اور میرے منہ پر زور سے رکھ کر دبانے لگے۔ میں زندہ ہوتے ہوئے بھی نہ ہلا۔ مجھے لگا میرا مر جانا ہی بہتر ہے۔ مگر میری امی انھیں تو جیسے ہر پل میری فکر رہتی تھی۔ سوئی شاید وہ بھی نہیں تھیں کیونکہ ابو کے پیچھے وہ بھی میرے کمرے میں آ گئیں۔

میں نے تب پہلی بار محسوس کیا کہ "ماں کتنی طاقتور ہوتی ہے۔ میری امی بہت زور سے چلائیں اور جتنی زور سے چلائیں اس سے کہیں زیادہ طاقت سے انھوں نے میرے ابو کو پیچھے دھکا دیا۔"

میرے ابو یقیناً ذہنی طور پر اس سب کے لئے تیار نہیں تھے۔ وہ خود کو سنبھال نہ سکے اور دور جا گرے۔ میری امی نے تکیہ میرے منہ سے ہٹایا اور مجھے اپنے ساتھ لگا کر پاگلوں کی طرح رونے لگیں۔ چلانے لگیں۔

"اس بیچارے نے کیا بگاڑا ہے تم سب کا۔"

رات کی خاموشی میں امی کے چلانے اور زور سے رونے کی آواز سے سب ہی میرے کمرے میں آگئے۔ میری امی چلا چلا کر سب سے پوچھ رہیں تھیں پھر وہ ایک دم بولیں "میرا معصوم بچہ سب کی آنکھوں میں کھٹکتا ہے۔ اس خاندان کے سارے جوان اور ذہین لڑکوں نے مل کر اس رات میرے بیٹے کا وہ حال کیا تھا۔ میں نے اسے اپنی قسم دی تھی کیونکہ میں جانتی تھی کہ گناگار کوئی بھی ہو سزا تو میرے معصوم بچے کے حصے میں ہی آئے گی۔

درندے ہو تم سب۔ درندے۔"

میری امی نے مجھے اپنے ساتھ لگا رکھا تھا جیسے وہ مجھے سب سے چھپا رہی ہوں۔

بیگم سلطانہ کی آنکھوں میں آنسو موتیوں کی طرح چمکنے لگے مگر انھیں کمال ضبط حاصل تھا۔ کسی کے بھی سامنے کمزور نظر آنا بیگم سلطانہ کی شان کے خلاف تھا۔ جانم بی نے سوالیہ انداز میں پوچھا "اگر تب تمہاری امی نے تمہیں بچا لیا تو تم۔۔۔"

بوبی جس کی آنکھیں اور چہرہ آنسوؤں سے بھرا ہوا تھا۔ وہ بار بار اپنے چہرے کو اپنی آستین سے صاف کرتا۔ آنکھیں صاف کرنے کے بعد اپنے لہجے کو مضبوط کرتے ہوئے بولا

"میرے ابو نے اس وقت صاف صاف لفظوں میں کہہ دیا کہ کچھ بھی ہو وہ مجھے اس گھر میں برداشت نہیں کریں گے۔"

میرے تایا ابو اور تائی امی نے فیصلہ سنایا کہ "اس گھنونے کھیل میں جو بھی شامل تھا ان سب سے گھر والوں کا مکمل بائیکاٹ ہے۔"

تایا ابو اور دادا جان نے ابو کو سمجھانے کی کوشش کی اور کمرے میں بھیج دیا۔ میری امی

ساری رات میرا سر اپنی گود میں لے کر بیٹھی رہیں وہ ایک پل نہیں سوئیں کہ کہیں ان کی آنکھ بند ہو اور کوئی مجھے نقصان نہ پہنچا دے۔ اگلے دن ابو نے امی کو زہر لا کر دیا اور بولے "یا تو اسے کھانے میں ملا کر دے دو یا پھر میں اسے یہاں سے دور کہیں چھوڑ آتا ہوں۔ تیسری صورت میں میں تمہیں طلاق دے دیتا ہوں تم لے جاؤ اسے اپنے ساتھ، مگر یاد رکھنا تمہارے اور بچے بھی ہیں۔ اس ایک کی وجہ سے ان سب کی زندگی برباد ہو جائے گی۔"

میری امی بہت روئیں گڑگڑائیں۔

****

عشق اب چھوڑ دے ہوس کا پوچھ

اس کے ہونٹوں کی، ان کے رس کا پوچھ

ہوس ماروں سے تو پوچھ وہ بھکنا ان کا

بات کتنی ہے کس کے بس کی پوچھ

ہوس پرستوں سے پوچھ وہ برہنہ بدن

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

اس کی گردن پہ دھکتی رگ کا پوچھ

بھوک کا، نیند کا، ہوس کا نشہ

ان کی آدم پہ دسترس کا پوچھ

مطمین ہیں مظلوم کو بانہوں میں لے کر

چھوڑ گلزار کو قفس کا پوچھ

کھانا ٹرالی میں رکھا ٹھنڈا ہو چکا تھا مگر اس وقت بھوک کسی کو بھی نہیں تھی۔ بیگم سلطانہ نے جانم بی کی طرف دیکھا اور انھوں نے آگے بڑھ کر ٹشو کا ڈبہ بوبی کے سامنے میز پر رکھ دیا۔ کچھ سیکنڈ کی خاموشی کے بعد بوبی نے کہا "میری امی نے ابو سے کہا کہ وہ تو باپ ہیں وہ تو مجھے سب سے بچا سکتے ہیں وہ مضبوط ہیں۔ وہ کیوں خود اتنے بے رحم بن گئے ہیں۔ ابو نے اس وقت جو جواب دیا بس میں اسی وجہ سے خود گھر سے چلا گیا۔"

جانم بی نے بے چینی سے پوچھا "ایسا کیا جواب دیا تمہارے ابو نے؟"

بوبی کی آواز میں اب غم سے زیادہ درد تھا۔ وہ بولا "اس وقت مجھے پتا چلا کہ میرے ابو مجھ سے

نفرت نہیں کرتے بلکہ وہ مجھ سے بے پناہ محبت کرتے ہیں۔ وہ اس خوف سے کہ زمانہ میرے ساتھ کیا کیا ظلم ڈھائے گا مجھے ڈانٹتے اور سختی کرتے تھے۔"

جانم بی نے پوچھا "اس بات کا کیا مطلب ہے؟"

میرے ابو نے کہا "میں پہلے دن سے جان گیا تھا کہ کس نے اس کے ساتھ غلط کیا ہے۔ میں اسے گھر کے بچوں سے نہیں بچا سکا۔ اس کے سگے بھائی۔۔۔اس کے سگے بھائی سب غلط ہوتے دیکھتے رہے۔ آج انھوں نے اس کے لئے کچھ نہیں کیا تو کل کون اس کے لئے کچھ کرے گا۔ کب تک میں اسے کمرے میں بند رکھوں گا۔ کب تک تم اسے دنیا سے چھپاو گی۔ کم از کم یہ ہمارے سامنے نہیں ہو گا تو ہر وقت کا احساس جرم تو نہیں ہو گا کہ میں باپ ہو کر اس کے لئے کچھ نہیں کر سکا۔"

میری امی روتی رہیں اور ابو یہ کہہ کر میرے پاس آئے۔ میں آنکھیں بند کر کے اوپر چادر اوڑھے ایسے لیٹا تھا جیسے گہری نیند سو رہا ہوں۔ میرے ابو نے میرے بالوں میں ہاتھ پھیرا اور میرا ماتھا چوم کر بولے "میں بہت بے بس ہوں مجھے معاف کر دو میرے بچے۔"

یہ کہہ کر وہ وہاں رکے نہیں امی کو روتا چھوڑ کر چلے گئے۔ امی بھی دن رات رونے اور مجھے سوچنے کی وجہ سے ذہنی طور پر بیمار رہنے لگیں تھیں۔

بوبی کچھ دیر کے لئے چپ ہوا تو جانم بی نے فرح کو بلوا کر کھانا گرم کر کے دس منٹ تک دوبارہ لانے کو کہا۔ فرح بی کھانا لے گئیں واپس۔

"میں امی کے سونے کا انتظار کرنے لگا۔ مجھے سونا نہیں تھا۔ میں اپنی امی کو مزید آزمائش میں نہیں ڈال سکتا تھا۔ امی کے سوتے ہی میں دبے قدموں اٹھا اور رات کے اندھیرے میں گھر سے باہر نکل گیا۔ مجھے صبح ہونے سے پہلے اپنے گاؤں سے بہت دور جانا تھا۔ کہاں یہ تو میں بھی نہیں جانتا تھا۔ میں بس چلتا رہا۔ میں نے سوچا تھا کہ دن میں کسی کھیت میں سو جاوں گا کیونکہ دن کو جنگلی جانور چھپ جاتے ہیں۔ مگر میری قسمت کہ وہ آدمی بھرے دن میں مجھے پریشان کرنے لگے۔ میں نے بہت کوشش کی ان سے خود کو بچانے کی لیکن ان پر میری منت سماجت کا کوئی اثر نہ ہوا۔ ان سب نے باری باری۔۔۔ رحمان بابا اور عطاءاللہ بھائی وہاں پہنچ گئے اور انھوں نے مجھے بچا لیا۔"

ناولز کلب
Clubb - a Quality Content

بیگم سلطانہ نے ایک لمبی گہری سانس لی"دن میں جنگلی جانور چھپتے ہیں مگر انسان جنگلی جانوروں سے زیادہ خطرناک ہیں۔ جنگل کے بھی کچھ قانون ہوتے ہیں مگر انسانوں کے کوئی قوانین نہیں۔"

"بوبی تمہیں اللہ تعالی نے بچایا ہے وہ بھی تمہاری ماں کی دعاوں کے صلے میں۔ تم جب گھر سے نکلے ہو گے تو سب سے پہلے تمہاری ماں کو ہی پتا چلا ہو گا۔ماوں کی چھٹی حس بہت تیز ہوتی ہے۔ انھوں نے اس پل ہی تمہیں اللہ تعالی کی آمان میں دے دیا ہو گااور جب کسی کی بھی حفاظت کا ذمہ پورے یقین کے ساتھ اللہ تعالی پر ڈال کر ہم خاموش ہو جاتے ہیں تو اللہ تعالی سے بہتر حفاظت کون کر سکتا ہے۔ تمہاری امی نے بھی تمہیں اپنے رب کے سپرد کر دیا ہو گا تب ہی تو عین وقت پر رحمان بابا وہاں پہنچ گئے ورنہ وہ چند سیکنڈ پہلے گزر جاتے تو کیا خبر ہونی تھی کہ تم تکلیف میں ہو۔"

بوبی کی آنکھیں پھر نم ہو گئیں۔ بیگم سلطانہ نے کہا "اللہ کا شکر ادا کرو اور اپنی ماں کے لئے ہمیشہ دعا کرنا۔ تمہیں اگر اپنی امی کا فون نمبر یاد ہے تو جانم بی تمہاری ان سے بات کروا دیں گی۔ تم بلکل رونا مت بلکہ انھیں یقین دلانا کہ تم خوش بھی ہو اور محفوظ بھی۔"

****

فرح بی دوبارہ کھانا گرم کر کے لے آئیں تھیں۔ بیگم سلطانہ نے تو کھانے سے انکار کر دیا یہ کہہ کر کہ "ہماری بھوک تو ختم ہو گئی ہے۔"

انھوں نے فرح بی سے کافی بنا کر لانے کو کہا۔ البتہ بوبی اور جانم بی کھانا کھانے میں مشغول ہو گئے۔

بیگم سلطانہ نے بوبی سے پوچھا "تم کتنا پڑھے ہو؟"

بوبی نے منہ کا لقمہ ختم کر کے بتایا "میں نے میٹرک کیا ہے۔ اس کے بعد ابو نے آگے ایڈمیشن نہیں لینے دیا۔ کیونکہ۔۔۔"

بیگم سلطانہ نے پوچھا "تمہیں آگے پڑھنا ہے یا نہیں۔"

بوبی کچھ دیر تو خاموش رہا۔ پھر بولا" نہیں آپی مجھے آگے نہیں پڑھنا۔ میں کوئی ہنر سیکھنا چاہتا ہوں۔ جیسے کہ میک اپ کرنا۔ مجھے میک اپ کرنا بہت پسند ہے۔ "

اس کے بعد کسی نے کوئی بات نہیں کی۔ بوبی نے کھانا کھالیا تو جانم بی نے اسے فرح بی کے ساتھ بھیج دیا۔ کیونکہ وہ سمجھ گئیں تھیں کہ بیگم سلطانہ نے کچھ بات کرنی ہے اس سے۔

بیگم سلطانہ نے کرسی سے ٹیک لگائی اور آنکھیں بند کر لیں۔ جانم بی نے کافی آنے کی اطلاع دی تو بیگم سلطانہ نے کافی کا کپ پکڑتے ہوئے جانم بی سے کہا" آپ ناہید کی شاگردی میں بوبی کو دے دیں۔ "

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

پھر جانم بی کی طرف دیکھا تو جانم بی نے مسکراتے ہوئے کہا" جی بیگم صاحبہ کل سے ہی اس کی ٹریننگ شروع ہو جائے گی۔ "

"ناہید کو ہمارا پیغام ضرور دے دیجئے گا کہ اس کی ٹرینگ میں کوئی کسر نہ رہے۔ ایسا میک اپ آرٹسٹ بنائے کہ مستقبل میں فلم اور ڈرامہ انڈسٹری کی ہر اداکارہ اور اداکار اس کے علاوہ

کسی اور سے میک اپ کروانا ہی نہ چاہیں۔"

"جی بیگم صاحبہ ان شاء اللہ ایسا ہی ہو گا۔"

****

سنو۔۔۔۔!!

جو مسکراتے ہیں۔۔۔۔

انھیں بھی روگ ہوتے ہیں۔۔۔

بہت مجبور ہوتے ہیں۔۔۔

راتیں جاگتی ان کی۔۔۔

دعاوں میں گزرتی ہیں۔۔۔

آنکھیں بھیگتی ہیں۔۔۔

اور۔۔۔

پلکیں بھی لرزتی ہیں۔۔۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

نا ماضی بھولتا ہے ان کو۔۔۔

نا کوئی آس ہوتی ہے۔۔۔

فقط ایک پیاس ہوتی ہے۔۔۔

کاش۔۔

ہم بھی خاص ہوتے۔۔۔

یوں نہ بے نام ہوتے۔۔۔

کوئی ہمارا بھی منتظر ہوتا۔۔۔

درد میں ساتھ ہوتا۔۔۔

سنو۔۔۔!!

جو مسکراتے ہیں۔۔۔

انھیں بھی روگ ہوتے ہیں۔۔۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

مزید بہترین ناول/افسانے/آرٹیکل/مختصر کہانیاں اور معیاری شاعری پڑھنے کے لئے

نیچے دیئے گئے لنک پر کلک کریں۔

شکریہ!

www.novelsclubb.com

ہماری ایپ ڈاؤنلوڈ کریں اور رسائی حاصل کریں بے شمار مزے دار ناولوں تک

Download our app

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔تو ہم سے رابطہ کریں۔

ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔

آپ اپنا لکھا ہوا ناول، افسانہ، شاعری، ناولٹ، کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں ورڈ فائل یا ٹیکسٹ فارم میں میل کریں

novelsclubb@gmail.com

آپ ہمارے فیس بک، انسٹا پیج اور واٹس ایپ کے ذریعے بھی ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں۔

FB PAGE:

NOVELSCLUBB

INSTA:

NOVELSCLUBB

WHATSAPP:

03257121842